Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... مہنگائی اور غربت کے دور میں کیا کریں؟..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن........... سورہ فاتحہ (قسط ۳)............................مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... پانی کا بے جا استعمال اور ضیاع....................محمد ابو ریحان ۱۷

مقالات و مضامین ، تزکیۂ نفس و اصلاحِ معاشرہ :

مُسافر اور فارغ کی نماز ....مفتی محمد رضوان ۲۰

وقت گزاری اور فارغ رہنے کا مشغلہ...................................// // ۲۴

اہلِ کتاب کے ایمان اور ان سے نکاح کا مسئلہ ....محمد ابو عفان ۲۸

سلام کے آداب (قسط ۲)..مفتی محمد رضوان ۳۱

کُتّوں کا شوق..محمد ابو لقمان ۳۵

بداخلاقی و بدمزاجی ....عبدالسلام ۳۹

اصلاح کے چار آسان طریقے ....مفتی محمد رضوان ۴۱

دو نفسیاتی بیماریاں (حُبّ مال وحُبّ جاہ اور ان کا علاج) ....// // ۴۳

مکتوباتِ مسیح الامت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط ۳)........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۵

تعلیماتِ حکیم الامت (اصلاح العلماء والمدارس) نااہل لوگوں کو مدرسہ کا عہدہ سپرد کرنا.......// // ۴۸

علم کے مینار.... محمد نام کے چار محدثین کا عبرت انگیز واقعہ ......انتخاب: ابو سلمہ ۵۰

تذکرۂ اولیاء:....... تابعین کے سردار حسن بصری رحمہ اللہ...............طارق محمود ۵۲

پیارے بچو! .... گھر سے باہر نکلنے کے نقصان..........................ابو ریحان ۵۵

بزمِ خواتین .... اولاد کی تربیت میں خواتین کا کردار.....................محمد یونس ۵۸

آپ کے دینی مسائل کا حل.....مروّجہ بیمہ پالیسی کا شرعی حکم..................دارالافتاء ۶۱

کیا آپ جانتے ہیں؟ : معاشرہ کی مختلف نظریاتی و عملی خرابیوں کا جائزہ......مفتی محمد رضوان ۶۶

حیرت کدہ ..... روضہ اطہر کی حفاظت کا ایک ایمان افروز واقعہ .....محمد امجد ۷۰

طب وصحت ....(ٹائیفائیڈ) Typhoid..........................حکیم محمد فیضان ۷۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب و روز.............................محمد امجد ۷۶

اخبارِ عالم .... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........................طارق محمود ۷۸

The Time Of Death..........................انتخاب: احکامِ میت، انگریزی ۸۰

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

مہنگائی اور غربت کے دور میں کیا کریں؟

آج کل پوری دنیا میں ہر طرف مہنگائی اور غربت کا رونا رویا جا رہا ہے، خواہ ترقی یافتہ ممالک ہوں یا غیر ترقی یافتہ ممالک، ہر جگہ کم یا زیادہ فرق کے ساتھ غریب عوام روز بروز بڑھتی ہوئی غیر معمولی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں، مہنگائی سے تنگ آ کر بے شمار لوگ چوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری، رشوت خوری، جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ، ناپ وتول میں کمی اور دہشت گردی جیسے گھناؤنے جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں، بے روزگاری، غربت اور مہنگائی کو بنیاد بنا کر بہت سے لوگ کہیں خودکشی کرنے، کہیں اولاد کو زندہ درگور کرنے، اور کہیں اپنی اولاد کو کسی یتیم خانے وغیرہ کے حوالہ کرنے پر مجبور سنائی دیتے ہیں، تو کہیں اپنے ہی ہاتھوں اپنی یا اپنی اولاد وازواج کی چند روپوں کی خاطر عزت وعصمت فروشی کو بھی گوارا کر لیتے ہیں، اسی غربت ومہنگائی کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دربدر سائل بن کر بھیک مانگنے کو بھی بہت سے افراد کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ یہی مہنگائی کسی طرف تعلیم کا انتظام نہ ہونے کے باعث ساری عمر کے لئے اولاد کو جاہل رکھنے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، تو کسی طرف فقر وفاقہ دور کرنے کی خاطر ایمان واسلام کی دولت کی کفر کے ہاتھوں سودے بازی کرنے کی صورت میں نمودار ہوتی ہے، روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کی لہر سے تنگ آ کر مستقبل قریب میں غریب عوام کے حق میں رونما ہونے والی تباہیوں اور بربادیوں پر مختلف تبصرے اور چرچے سننے کو ملتے ہیں۔

مہنگائی اور بے روزگاری کے حملوں سے بچاؤ، غریب عوام کو زیادہ سے زیادہ کاروباری مواقع فراہم کرنے اور مہنگائی وبے روزگاری سے نجات دلانے کے بلند وبانگ دعوے کر کے بہت سی سیاسی جماعتیں اور پارٹیاں عوام کو سبز باغ دکھا کر مروجہ جمہوری انتخابات کے راستے سے اقتدار تک پہنچتی ہیں۔ اور پھر اُن کی طرف سے ہمہ وقت غربت کے خاتمے کی تدابیر وتجاویز اور اسکیموں کے اعلانات سن کر غریب عوام کے کان پک جاتے ہیں، لاکھوں، کروڑوں سرکاری روپے غربت اور مہنگائی کے خاتمہ کے عنوان اور نام پر بڑے بڑے پروگرام منعقد کرنے پر خرچ کر دیئے جاتے ہیں، مگر غربت میں کوئی کمی نہیں آتی ان پروگراموں پر آنے والے بھاری اخراجات کا بوجھ بھی غریب عوام کے کاندھوں پر ہی پڑتا ہے، اور اس

طرح غربت کے خاتمے کے نام پر غربت ہی میں اضافہ کا سامان کیا جاتا ہے ، وہی حکومتیں جو روٹی ، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر سیاسی میدان فتح کرتی ہیں ، غریب عوام کی طرف سے روٹی کی بجائے گولی ، کپڑے کی بجائے کفن اور مکان کی بجائے قبر کا سامان مہیاء کرنے کا الزام پاتی ہیں۔

اجارہ دار طبقے سمیت اکثر حکمران ، بیوروکریٹ اور افسر شاہی طبقے کے لوگ عیاشیوں میں پڑ کر غریب عوام کے رہے سہے خون چوسنے میں بھی کوئی شرم و حیا محسوس نہیں کرتے ، اجارہ دار طبقہ قوم کے اجتماعی وسائل پر قابض ہو کر لاکھوں ، کروڑوں غریب عوام کے گھروں میں جلنے والے چولہوں کے ذرائع کو اپنی مٹھی میں دبانے سے کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کرتا ، بلکہ دوسروں کو اپنا دستِ نگر بناتا اور اِن کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے اور غریب عوام کی بے سہارا بیویوں اور معصوم بچوں پر ذرہ برابر ترس نہیں کھاتا ، اور پھر اجارہ دار اور ظالم حکمرانوں کے رویے سے تنگ آ کر غریب عوام مختلف قسم کے سنگین جرائم میں مبتلاء ہو کر ملکی آئین وقوانین کی دھجیاں بکھیرتے اور ملک کے امن و امان کو تباہ کر کے حکمرانوں کی بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں ، خزانہ کے گرانقدر اخراجات کر کے بھی امن و امان بحال نہیں ہوتا ، بعض اوقات ظالم حکمران اور اجارہ دار طبقہ کے لوگ خود بھی غربت اور مہنگائی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

دوسری طرف مہنگائی اور غربت ہی کے بہانے جرائم کی روک وتھام کرنے والے اداروں کے ذمہ دار و ملازم افراد خود ہی قانون شکنی یا قانون فروشی کر کے جرائم میں اضافہ کا باعث ہو جاتے ہیں اور ؎ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' ۔ کی مثال صادق آتی ہے اور اس طرح حکمران و رعایا اور حاکم و محکوم سب ہی اپنے اپنے انداز میں جرائم اور کرپشن کی بھٹی میں جلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ملک کے اربابِ اختیار اور مقتدر طبقوں نے اپنے ذاتی ذوقِ جنون کی تسکین کے لئے پورے ملک کو قربانی کا بکرا بنایا ہوا ہے ، انہوں نے پہلے اندرونی وسائل پر ہاتھ صاف کیا اور پھر سودی قرضے لے کر ملک کا دیوالیہ نکالا ، پھر سودی قرضوں کی بھاری بھر کم سودی قسطوں کی ادئیگی کے لئے (جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے کرتے اور انڈے بچے دیتے دیتے اصل قرض سے بھی بڑھ جاتے ہیں) آئے دن قوم پر نئے نئے ٹیکس عائد کئے ، مگر پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا ، جس کی وجہ وہی شاہ خرچیاں اور عیاشیاں ہیں ۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ یہ مراعات یافتہ طبقات اپنی داد و دہش اور سفلی خواہشات کی تسکین کے لئے قوم کا خون چوسنے اور ملک کو سودی قرضوں کے جال میں پھنساتے جا رہے ہیں۔

آ ج ملک ومعاشرے میں جس مہنگائی اور بے روزگاری کا رونا رویا جارہا ہے وہ کسی قحط سالی یا زمینی پیداوار میں قلت کی وجہ سے نہیں بلکہ فطرت سے بغاوت پر مبنی اس مصنوعی نظام کا شاخسانہ ہے کہ جس کی وجہ سے جب سفلی خواہشات کی تسکین اور عیاشی کو زندگی کا مقصد بنا کر اس کی تکمیل کے لئے آمدن کے ناجائز اور غیر فطری طریقے اختیار کئے جانے لگے۔

حقیقی غربت، تنگی اور افلاس کا یہ مطلب ہرگز بھی نہیں کہ بنیادی ضروریات کی بجائے ،فضولیات ، اصلی حاجات کی بجائے لغویات اور واقعی سہولیات کی بجائے خرافات میں پیسہ صرف کیا جائے اور پھر بعد میں ضرورت پوری نہ ہونے پر غربت اور مہنگائی کا رونا رویا جائے ۔کیونکہ قاعدہ ہے کہ فضولیات میں خرچ کرنے سے انسان کی ضروریات متأثر ہوا کرتی ہیں۔

آ ج حکمرانوں سمیت اکثر عوام نے لغویات ،خواہشات ،نمود ونمائش ،اسراف ،فضول خرچی اور بیہودہ رسم ورواج کے نام پر بے شمار اخراجات اپنے ساتھ لگا لئے ہیں ، رہائش کا درجہ آسائش کو، آسائش کا درجہ آرائش وزیبائش کو اور زیبائش کا درجہ نمائش کو دے دیا ہے۔ان چیزوں میں پیسہ خرچ کر کے ضرورت اور تنگی کے وقت غربت کا رونا رویا جاتا ہے، اس کو اختیاری ومصنوعی اور بناوٹی غربت سے تو تعبیر کیا جاسکتا ہے،لیکن حقیقی غربت نہیں کہا جاسکتا۔

مراعات یافتہ طبقات خواہ وہ سرمایہ دار، جاگیردار اور صنعت کار ہوں یا بیوروکریٹ اور افسر شاہی اور اربابِ اقتدار کا طبقہ، اکثر افراد نے خواہشات کی تسکین اور اپنی بے لگام عیاشی کے جذبے کی تکمیل کے لئے جس قسم کا معیارِ زندگی اختیار کیا ہوا ہے اس کے لئے تو بڑے بڑے قارونی خزانے بھی کفایت نہیں کرتے ،ان شاہ خرچیوں کا سارا بوجھ بالآخر قوم کے ناتواں کندھوں پر ہی پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر قسم کے مادی، افرادی اور معدنی وسائل سے مالا مال اور سونا اُگلتی زمینوں کے حاصل ہونے کے باوجود اوپر سے نیچے تک سارا نظام سودی قرضہ میں جکڑا ہوا اور پورا ملک عالمی سود خور اداروں کے پاس گویا کہ گروی ہے، بلاشبہ ملکی جائز وسائل اور ذریعۂ معاش کے دائرہ کو وسیع کردینا، غریبوں کے ذرائع آمدن کو بڑھا دینا، ملک کے وسیع ذخائر کو فضول ضائع ہونے سے بچانا، ملک میں منصفانہ اسلامی نظامِ عدل اور شرعی بیت المال قائم کردینا اور عالمی اجارہ دار طبقے اور سود خوروں کے چنگال سے نکال لینا، اور ملکی ذخائر کے بے دریغ استعمال اور شاہی خرچیوں سے بچا کر ملک کی مجموعی معاشی صورتحال کو مستحکم کرنے کی ذمہ داری تو متعلقہ

حکومت اور حکمرانوں ہی پر عائد ہوتی ہے اور یہ تمام تر اختیارات براہِ راست اور فی الفور غریب عوام کے بس میں نہیں۔لیکن مہنگائی کے طوفان اور ظالم حکمرانوں کے تسلط سے بچنے کے لئے ہر غریب شخص کے بس میں یہ ضرور ہے کہ وہ اولاً اللہ رب العزت کے حضور اپنے گناہوں سے سچے دل کے ساتھ توبہ کرے اور گناہوں کی نحوست سے پاک وصاف ہوکر رزق کی تنگی اور مہنگائی کے عذاب سے بچنے کا سامان کرے اور ساتھ ہی اپنے روزمرہ کے اخراجات کو زیادہ سے زیادہ ضرورت کے مواقع تک محدود رکھے، فضول خرچی، اسراف اور بیہودہ مصارف سے اجتناب کرے، اور بے جا مال کی محبت اور حرص وہوس سے اپنے آپ کو بچائے۔جس کی زد میں آ کر کبھی بھی انسان کی خواہش پوری نہیں ہوتی یہاں تک کہ قبر میں پہونچ کر قبر کی مٹی ہی اس کا پیٹ نہ بھردے، حرص وہوس اور خواہش کی خاصیت یہ ہے کہ وہ بے شمار دوسری خواہشوں کو جنم دیتی ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے بہت نکلے دل کے ارماں مگر پھر بھی کم نکلے

آج ہماری قوم کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ کسی بھی چیز کی مضبوطی اور پائیداری کے مقابلہ میں اس کے ظاہری حسن اور خوبصورتی کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اور صرف ظاہری نمود ونمائش پر بھاری رقم خرچ کردی جاتی ہے جبکہ نمود ونمائش پر پیسہ خرچ کرنے کے مقابلہ میں یہ ضرورت بہت کم خرچ میں پوری کی جاسکتی تھی...... اور یہی پیسہ بچا کر کل پیش آنے والی ضرورت میں کام میں لایا جاسکتا تھا۔

اپنے مقابلہ میں دوسروں کو نیچا دکھانے اور اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے رسموں کی خاطر پیسہ پانی کی طرح بہادیا جاتا ہے، مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور اس کا مقصد مختصر زندگی گزارنا ہے، لیکن اس کی تعمیر میں بھی ظاہری زیبائش اور نمائش پر بے بہا پیسہ خرچ کردیا جاتا ہے، حالانکہ رہائش اور آسائش کی ضرورت اس مقدار سے بہت کم پیسے سے پوری کی جاسکتی تھی اور یہ پیسہ بچا کر مصنوعی غربت اور ضرورت کے موقع پر جھوٹ، ملاوٹ، رشوت، ناپ وتول میں کمی جیسے گناہوں سے بچا جاسکتا تھا۔

کسی چیز سے ضرورت بہتر طریقہ پر پوری ہورہی ہو، لیکن اس کا فیشن ختم ہوگیا ہو یا معاشرہ میں ناک اونچی کرنے کے لئے اس سے نئی چیز آ گئی ہو تو موجودہ فیشن پر پورا اترنے اور اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے پہلی چیز کو ضائع کرکے یا اونے پونے داموں میں فروخت کرکے پیسہ برباد کردیا جاتا ہے اور کئی گنا مہنگے داموں پر نئی چیز خرید کر اپنی خواہش پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس طرح پیسے کا بے تحاشا

استعمال کرنے کے بعد ضرورت پڑنے پر یا جدید سے جدید خواہش کی تکمیل وتسکین کے لئے مزید سے مزید پیسے کی تلاش کی جاتی ہے چنانچہ لباس کا معاملہ ہو یا گاڑی اور موٹر سائیکل وغیرہ کا، یا پھر گھریلو استعمالی اشیاء، برتن، فرنیچر جیسی چیزوں کا، ہر چیز میں یہی تقاضا کارفرما ہوتا ہے۔

گھر میں ڈبل بیڈ، اور صوفہ وغیرہ کو تو شہری لوگوں نے فرض، واجب کی طرح ضروری سمجھ لیا ہے، اگر جائز وسائل سے ان چیزوں کا انتظام نہ ہو سکے تو ناجائز طریقہ پر پیسہ حاصل کر کے ان چیزوں کو مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب تک مطلوبہ چیز حاصل نہ ہو اس وقت تک چین وسکون سے نہیں بیٹھا جاتا۔

خواتین کی حرص وہوس تو مشہور ہے، اکثر خواتین کو عام طور پر قیمتی لباس، جوتے اور عمدہ قسم کے زیور کی طلب رہتی ہے، اور اپنے شوہروں کو ان خواہشات کی تکمیل کے لئے ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرنے پر مجبور کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں۔

کوئی کھانے کی تقریب منعقد کرنی ہو تو اس میں بھی ناک اونچی کرنے اور نام پانے کے لئے خون پسینہ سے کمایا ہوا مال بے دردی کے ساتھ خرچ کیا جاتا ہے، کئی کئی قسم کے کھانوں کی ڈشوں اور اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں کے انتخاب کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ شادی بیاہ کی تقریب میں زندگی بھر کی کمائی کو خرچ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا، اور اگر اپنے پاس انتظام نہ ہو تو قرض لے کر ساری زندگی کے لئے کنگال ہونے کو بھی گوارا کیا جاتا ہے،

سینکڑوں رسمیں اور خرچے شادی کے نام پر انجام دیئے جاتے ہیں، منگنی ومہندی کی رسم علیٰحدہ ہوتی ہے، جس میں ہزاروں روپیہ برباد کیا جاتا ہے، اور لائٹنگ وفائرنگ کی رسم علیٰحدہ، تصویر سازی اور عالیشان شادی کارڈ تیار کرانے پر دل کھول کر الگ سے پیسہ خرچ کیا جاتا ہے، اور لاکھوں روپے کے جہیز کا سامان الگ سے جمع کیا جاتا ہے اور جب تک ان رسموں کو پورا کرنے کا انتظام نہ ہو، نکاح میں بھی غیر معمولی تاخیر کر کے جوانی کی عمر کا بڑا حصہ ضائع کر دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف دعوتی حضرات نے نیوتے اور سلامی جیسی رسموں کے پورا کرنے کو لازمی سمجھ لیا ہے اور اس کے بغیر شادی کی تقریب میں شرکت کو بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔

غمی کی تقریبات میں بھی تیجے، چالیسویں اور سالانہ وغیرہ کے نام پر دعوتوں اور کھانوں کی رسموں کو ایصالِ ثواب کے بہانے سے منعقد کر کے ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔

روزمرہ کی غیرضروری اورفضول چیزوں پرخرچ ہونے والے پیسوں کا حساب تو لگانا بھی مشکل ہے۔
سگریٹ و پان نوشی کی لت اور غیر معمولی چائے نوشی کی عادت، ان لوگوں نے بھی اپنے ساتھ لگائی ہوئی ہے جومحنت مزدوری کرکے بمشکل اپنا گزارا کر پاتے ہیں، اوردوسرے کے قرض کے نیچے دبے رہتے ہیں، چنانچہ ریڑھی لگانے اور ریڑھا چلانے والے نیز جوتے گانٹھنے والے اوراسی قسم کی محنت ومزدوری کرنے والے جوسوڈیڑھ سو روپے صبح سے شام تک کماتے ہیں ان میں سے نصف کے قریب سگریٹ، چائے نوشی وغیرہ پرخرچ کردیتے ہیں،
اخبارات ورسائل اوربچوں کے سینکڑوں قسم کے کھلونے، ٹیلی ویژن، بجلی کا بے تکا استعمال، پتنگ بازی اوران جیسی بہت سی فضول چیزوں میں پیسہ خرچ کرکے غربت اورمہنگائی کا شور مچانا کہاں کی عقلمندی ہے۔
اس لئے ہمیں غربت اورمہنگائی کا رونا رونے اور پھراس کی خاطر سینکڑوں جرائم میں مبتلا ہونے کی بجائے خواہشات اورفضولیات پرقابو پانا چاہئے اور اپنے اخراجات کوکم کرکے ضروریات کی حدتک محدود کرنا چاہئے ،اس سے امید ہے کہ غربت اورمہنگائی کا شور مچانے والوں کی تعداد میں کافی حدتک کمی آجائے گی۔
حضورﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْاِقْتِصَادُفِی النَّفْقَۃِ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ(طبرانی ، بیھقی مشکوٰۃ،کنزالعمال،کشف الخفاء)

’’یعنی خرچ میں میانہ روی آدھی کمائی ہے‘‘

محسنِ انسانیت نے اس مختصر جملہ میں دریا کوکوزہ میں بھرکر آج کے معاشرتی بگاڑ اورمعاشی بے چینی واقتصادی ناہمواری جیسے پیچیدہ اورالجھے ہوئے مسئلہ سے نکلنے کی تعلیم دی ہے، جس کا دائرہ ایک مفلوک الحال فاقہ مست شخص سے شروع ہوکرملکی اوربین الاقوامی سطح تک پھیلا ہوا ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ آمدنی تو عموماً آدمی کے اختیار میں نہیں ہوتی، رزق کی مقداراوراس کے وسائل کی تقسیم کا نظام تو دستِ قدرت نے اپنے قبضے میں رکھا ہے، لیکن خرچ انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔
اس لئے اگر آدمی اپنے اخراجات کو اپنی حلال آمدنی کے تابع بنانے کی کوشش واہتمام کرے تو دنیا میں نظامِ فطرت اور نظامِ امن وعافیت کا دوردورہ ہو۔اوراگر آدمی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے اور ضروریات کے بجائے خواہشات، لغویات اورفضولیات کی تکمیل چاہے تو پھراس کا اجتماعی وانفرادی دونوں

میدانوں میں جو نتیجہ نکلتا ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔

یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کا وعدہ فرمایا ہے، خواہشات کا وعدہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ ضروریات کی تو ایک حد ہوا کرتی ہے، مگر فضولیات اور خواہشات کی کوئی حد و انتہاء نہیں ہوتی۔ اگر خواہشات پوری نہ ہونے کو غربت اور تنگدستی کا نام دیا جائے تو شاید کوئی بھی انسان دنیا میں غربت سے بچا ہوا نہ ملے، اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَلْغِنَی غِنَی النَّفْس'' (بخاری مسلم، ابن ماجه) یعنی ''اصل مالداری نفس اور دل کی مالداری ہے'' ظاہری مال و دولت حقیقی مالداری اور حقیقی غنا نہیں۔

اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ قناعت سے کام لے اور کفایت شعاری کا مزاج بنائے۔ اور اپنے رب سے یہ دعا کرتا رہے۔

میری روزی میں فراغت دے مجھے — رزق میں یا رب تو وسعت دے مجھے
ہم کو روزی دے تو اپنے فضل سے — کامیابی مقصدوں پر ہم کو دے
اپنی روزی پر قناعت دے مجھے — میری روزی میں تو برکت دے مجھے
کر ہمارے نفس کو یارب غنی — کر عطا ہم کو غنائے باطنی
ہو فراخی یا ہو تنگی مال میں — جی ہمارا ہو غنی ہر حال میں
نعمتِ عقبیٰ کو چاہیں جی سے ہم — خواہشِ دنیا کبھی ہو بھی تو کم
اور نمائش اور ریا سے دے پناہ — اور مجھے حرص و ہوا سے دے پناہ

اللہ تعالیٰ کفایت شعاری کی توفیق عطا فرمائیں اور فضول خرچی و بیہودہ اخراجات سے حفاظت فرمائیں۔

محمد رضوان ۴/ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ

درسِ قرآن مفتی محمد رضوان

سورہ فاتحہ (قسط۳)

سورہ فاتحہ کی وہ آخری تین آیتیں جن میں انسان کی طرف سے اللہ رب العزت کے حضور دعا اور درخواست کا مضمون ہے، اب ان کی تفسیر وتشریح بیان کی جاتی ہے۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ''اِهْدِنَا'' کے معنٰی ہیں ''بتلا دیجئے ہم کو'' ''الصِّرَاطَ'' کے معنٰی ہیں ''راستہ'' اور ''الْمُسْتَقِيْمَ'' کے معنٰی ہیں ''سیدھا'' ان تینوں الفاظ کو ملا کر معنٰی ہوئے ''بتلا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ''۔ یہ ایک ایسی جامع ترین دعا ہے جو انسان کو اس کے خالق ومالک کی طرف سے سکھائی گئی اور تعلیم دی گئی ہے، کوئی انسان اس دعا سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، کیونکہ دین ودنیا میں کسی بھی جگہ ''صراطِ مستقیم'' کے بغیر کامیابی اور فلاح پانا ممکن نہیں، اسی وجہ سے اگر دنیا میں کوئی پریشانی یا اُلجھن پیش آئے اس وقت بھی اس دعا کا کرنا ایک مفید، مؤثر اور بہترین نسخہ ہے۔ ہدایت کے اصلی معنٰی ہیں ''کسی شخص کو منزلِ مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا''

صراطِ مستقیم کی دعا کا جس طرح عام مومنوں کو حکم ہے، اسی طرح اولیاء وانبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی اس کا حکم ہے، جبکہ یہ حضرات خود ہدایت یافتہ اور دوسروں کے لئے بھی ہدایت کا سرچشمہ ہوتے ہیں، پھر ان حضرات کو اس دعا کی تعلیم اور حکم کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کے مختلف درجے ہیں،

(۱)......جن میں سے پہلا درجہ وہ ہے جو کائنات ومخلوقات کی تمام قسموں کو شامل ہے، اور اس میں جمادات نباتات، حیوانات وغیرہ ایسی سب چیزیں شامل وداخل ہیں جن کو ''غَیْرُ ذَوِی الْعُقُوْل'' کہا جاتا ہے، ہدایت کی اس قسم اور اس درجہ کا نام ''ہدایتِ عامہ'' ہے اور ہدایت کا یہ درجہ خاص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اس میں کسی نبی یا رسول کا دخل نہیں، اس ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور پھر ان کو مناسب مزاج اور خاص خدمات بھی سپرد فرمائیں، جس کے نتیجہ میں یہ سب چیزیں اپنا مقررہ فریضہ نہایت سلیقہ سے ادا کررہی ہیں، جو چیز جس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ اس کام کو اتنی خوبی کے ساتھ پورا کررہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، اور اسی ہدایت کی بدولت آسمان وزمین کی تمام مخلوقات، چرند وپرند سبھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے اندر ایک قسم کی

روح وحیات اور حس وادراک اور عقل وشعور رکھا ہے لیکن ہمیں اپنی آنکھوں سے اس کا احساس نہیں ہوتا،مگر آج کل کی سائنس نے تو یہ بات خود بھی تسلیم کرلی ہے،اسی کو قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے''اَعْطٰی کُلَّ شَیْئٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور اس کی رہنمائی بھی کی

(۲)...... ہدایت کا دوسرا درجہ پہلے درجہ سے خاص ہے، جوصرف انسان اور جنات کے لئے مخصوص ہے، جنہیں''ذَوِی الْعُقُوْل'' کہا جاتا ہے،البتہ ہدایت کا یہ درجہ تیسرے اور آخری درجہ سے کچھ عام ہے، یہ ہدایت نبیوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے ہر انسان کو پہنچتی ہے،اس ہدایت کو قبول ومنظور کر کے کوئی تو مؤمن ومسلم ہو جاتا ہے،اور کوئی اس ہدایت کو ٹھکرا کر اور انکار کر کے کافر ہو جاتا ہے۔انبیاء اور رسولوں کا کام ہدایت کے اسی درجہ کے ساتھ خاص ہے۔قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی ہدایت کو مؤمن وکافر بلکہ تمام مخلوق کے لئے عام فرمایا گیا ہے اس سے مراد پہلے اور دوسرے درجہ کی ہدایت ہے۔

اور اسی دوسرے درجہ کے اعتبار سے انبیاء اور رسولوں کو''ہادی'' کہا جاتا ہے،ہدایت کے اس درجہ میں نبیوں اور رسولوں کی محنت اور جدوجہد شامل ہوتی ہے،اس اعتبار سے اس میں نبیوں اور رسولوں کا دخل ہے۔

(۳)...... ہدایت کا تیسرا درجہ پہلے دونوں درجوں سے بھی زیادہ خاص ہے، یہ صرف مؤمنین ومتقین کے ساتھ مخصوص ہے اور ہدایت کا یہ تیسرا درجہ ظالموں اور فاسقوں کو نصیب نہیں ہوتا، یہ ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست انسان پر فائز ہوتی ہے، اور اس میں کسی نبی یا رسول کا عمل دخل نہیں ہوتا۔اس ہدایت کا دوسرا نام''توفیق'' ہے۔یعنی ایسے اسباب وحالات کا پیدا فرما دینا کہ قرآنی ہدایات کا قبول اور ان پر عمل کرنا آسان اور ان کی خلاف ورزی دشوار ہو جائے، ہدایت کے اس درجہ کی وسعت غیر محدود اور لامتناہی ہے،اعمالِ صالحہ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس درجہ میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے۔اور اس ہدایت کے مزید بلند درجات حاصل کرنے سے کسی بڑے سے بڑے نبی اور ولی کو بھی استغنا نہیں۔یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ جو نہ صرف ہدایت یافتہ بلکہ دوسروں کے لئے بھی ہدایت کے مجسم پیکر تھے آپ کو بھی بار بار قرآن مجید میں اس ہدایت کی تعلیم دی گئی۔

خلاصہ یہ کہ ایک ہدایت ساری مخلوق کے لئے عام اور دوسری ہدایت انسان اور جنات تک محدود اور تیسری ہدایت مؤمنین ومتقین کے ساتھ خاص ہے۔اور اس کے درجے بے حدوانتہاء ہیں،جن کی ہر مؤمن، متقی، ولی اور نبی کو ضرورت ہے،اسی ہدایت کی دعا کا سورہ فاتحہ کی اس آیت میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ وہ ہے جس میں موڑ توڑ نہ ہوں، اور اس سے مراد وہ راستہ ہے جس میں افراط وتفریط نہ ہو، افراط کے معنٰی ''حد سے آگے بڑھنا'' اور تفریط کے معنٰی ''کمی، کوتاہی کرنا''۔

اگلی دو آیتوں میں صراطِ مستقیم کی پوری طرح نشاندھی ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے....

﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ ''صِرَاط '' کے معنٰی پیچھے گزر چکے یعنی ''راستہ''

''الَّذِيْنَ '' ''ان لوگوں کا'' ''اَنْعَمْتَ'' ''انعام فرمایا آپ نے'' ''عَلَيْهِمْ'' ''ان پر''

پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہوا ''راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا''۔ اب رہا یہ کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، اور ان کو ''مُنْعَمُ عَلَيْهِمْ ''یعنی انعام یافتہ یا انعام پانے والے کہتے ہیں؟ ان کی تفصیل قرآن مجید کی دوسری آیت میں اس طرح آئی ہے....

اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ (سورہ نساء آیت ٦٩)

''یعنی وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرنے اور انعام واکرام پانے والوں کے یہ چار درجے ہیں، جن میں سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے، پھر صدیقین کی جماعت ہے، صدیقین وہ حضرات ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کی امت میں اخلاصِ نیت اور اتباعِ عمل میں سب سے اونچے مقام اور سب سے زیادہ مرتبے اور رتبے والے ہوتے ہیں، ان حضرات میں باطنی کمالات بھی بہت ہوتے ہیں۔ عام بول، چال میں ان کو ''اولیاء اللہ'' کہا جاتا ہے، اس کے بعد شہداء کی جماعت ہے، شہداء وہ حضرات ہیں جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دے دی ہو، یہ بھی بہت اونچا مقام اور وصول الی اللہ کا مختصر راستہ ہے۔ اس کے بعد صالحین کی جماعت ہے، صالحین وہ حضرات ہیں جو پوری طرح شریعت کی اتباع کرنے والے ہیں، فرائض میں بھی، واجبات میں بھی، سنتوں میں بھی اور مستحبات میں بھی۔ عام بول، چال میں ان کو ''نیک ودیندار'' کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں پہلے تو مثبت طریقہ پر ''صراطِ مستقیم''، کو متعین کر دیا گیا کہ ان چار طبقوں کے حضرات جس راستہ پر چلیں وہ صراطِ مستقیم ہے۔ اور اس کے بعد آخر کی آیت میں منفی طریقہ پر ''صراطِ مستقیم'' کی تعیین کر کے پوری طرح وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کی گئی....

﴿ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴾ غیر کے معنی سب کو معلوم ہیں ’’اَلۡمَغۡضُوۡبِ‘‘ ’’غضب کئے گئے‘‘ ’’عَلَیۡھِمۡ ‘‘ ’’ان پر‘‘ ’’وَلَا‘‘ ’’اور نہ‘‘ ’’الضَّالِّیۡن‘‘ ’’راستہ سے گم ہو گئے‘‘ پوری آیت کا ترجمہ ہوا’’ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے‘‘

’’مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ ‘‘ سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دین کو جاننے پہچاننے کے باوجود نفسانی اغراض کی وجہ سے دین کی مخالفت کی ، اللہ تعالیٰ کے احکامات توڑے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی اور تفریط کی ، جیسا کہ عام طور پر یہودیوں کا حال تھا ، اور ’’ضَــــالِّیۡــــن ‘‘ سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین سے ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور دین کی مخالفت میں مبتلا ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے نکل کر غلو اور افراط میں پڑ گئے ۔ جیسا کہ عام طور پر عیسائیوں کا حال تھا۔

﴿ سیدھا راستہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے بندوں کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے ﴾

صراطِ مستقیم کو واضح کرنے کا مختصر طریقہ یہ تھا کہ ’’صِرَاطَ الۡقُرۡآن ‘‘یا ’’صِرَاطَ الرَّسُوۡل ‘‘ فرمادیا جاتا ، کیونکہ قرآن مجید دراصل ’’صراطِ مستقیم‘‘ کی تشریح اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ’’صراطِ مستقیم‘‘ کی تفصیل ہیں ، لیکن قرآن مجید کی پہلی سورت میں اس مختصر اور واضح پہلو کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے مستقل دو آیتوں میں مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے صراطِ مستقیم کی نشاندھی اور تعیین اس طرح فرمائی کہ سیدھا راستہ یعنی ’’صراطِ مستقیم‘‘ حاصل کرنے کے لئے اللہ کے اِن انعام یافتہ ، پسندیدہ اور مقرب بندوں کی رہنمائی حاصل کرو ، ان کی پیروی کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو ، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے براہِ راست صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائی اور یہ انبیاء کرام کا مقدس طبقہ ہے ۔ یا انبیاء کرام کے واسطے سے صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائی اور یہ انبیاء کرام کے نائبین اور متبعین کے تین طبقے ہیں ، یعنی صدیقین ، شہداء اور صالحین ، جو حضرات نبی کا زمانہ پالیں ان کے لئے تو خود نبی کی ذات ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت کا کامل نمونہ ہے اور جو نبی کا زمانہ نہ پائیں ان کے لئے انبیاء کے پیروکاروں کے مندرجہ بالا تین طبقے صراطِ مستقیم کی ہدایت کے نمونے ہیں۔

یہاں نہ تو یہ فرمایا گیا کہ قرآن کا راستہ اختیار کرو ، کیونکہ انسانی تربیت اور مکمل رہنمائی کے لئے نہ صرف کتاب کافی ہوسکتی ہے ۔ اور نہ یہ فرمایا گیا کہ رسول کا راستہ اختیار کرو ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اس دنیا میں

باقی رہنا بھی دائمی اور قیامت تک کے لئے نہیں، اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی اور رسول بھی آنے والا نہیں، اس لئے ''صراطِ مستقیم'' حاصل کرنے کے لئے ایسے حضرات کی رہنمائی کو بھی شامل کردیا گیا جو تا قیامت ہمیشہ آتے رہیں گے اور ہر دور میں موجود رہیں گے، جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہر دور میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ صدیقینؑ، شہداءؑ اور صالحینؑ ہیں۔

کتاب کے ساتھ ایسے حاملِ کتاب افراد کا ہونا بھی ضروری ہے جو کتاب پر پوری طرح عامل اور ہدایت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، ورنہ اللہ تعالیٰ صرف آسمان سے کتاب نازل فرمانے پر بھی اکتفا فرماسکتے تھے، لوگ خود اسے پڑھ کر ہدایت سیکھ لیتے، یہاں تک کہ کفار نے بطورِ اعتراض یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے براہِ راست ہم پر کتاب کیوں نہیں بھیج دیتے؟ معلوم ہوا کہ کتاب اور حاملِ کتاب افراد دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں دونوں کو لازم پکڑنے سے ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل ہوسکتی ہے، اُن کو ایک دوسرے سے جدا کرنے سے نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسان کی ہدایت ورہنمائی اور تعلیم وتربیت صرف کتابوں اور روایتوں سے نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے ساتھ ماہرین کی صحبت ورہنمائی اور ان کی تعلیم وتربیت بھی ضروری ہے، اور یہ بات صرف آسمانی تعلیم وتربیت اور دین کی رہنمائی کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام علوم وفنون میں یہی اصول کارفرما ہے اور اس اصول پر تمام عقل والوں کا اتفاق ہے، چنانچہ بطورِ خود صرف کتاب دیکھ کر اور پڑھ کر نہ کوئی ڈاکٹر بن سکتا ہے، جب تک کہ کسی معتبر ڈاکٹر کی زیرِ نگرانی تربیت اور مشق نہ کرے، نہ کوئی انجینئر بن سکتا ہے جب تک کہ کسی انجینئر سے اس فن کو نہ سیکھ لے۔ نہ کوئی کپڑا سینا سیکھ سکتا ہے، جب تک درزی کی رہنمائی اور صحبت وتربیت حاصل نہ کرے۔ نہ کھانا پکانا سیکھ سکتا ہے، جب تک کہ کسی باورچی وغیرہ سے تربیت نہ پائے۔ حالانکہ ان سب علوم وفنون کی کتابیں مختلف زبانوں میں موجود ہیں، اگر بطورِ خود صرف کتابوں کو دیکھ کر کوئی فن حاصل ہوجایا کرتا تو دنیوی علوم وفنون کے بڑے بڑے سرکاری وغیر سرکاری اداروں کی ضرورت نہ رہتی۔ ہر شخص بازار سے اپنی مادری زبان میں کتاب حاصل کرکے جس فن کا چاہے ماہر بن جایا کرتا۔ آج دین کے بارے میں اس اصول سے ہٹنے کی وجہ سے گمراہیاں پھیل رہی ہیں، کچھ لوگوں نے صرف کتاب اور روایت کو لے لیا، اور اللہ کے پسندیدہ بندوں کی رہنمائی ونگرانی کی ضرورت نہیں سمجھی، اس لئے گمراہ ہوئے، اور کچھ نے کتاب وروایت کو چھوڑ کر نا اہل رہنما بنالئے اور ان کی پیروی کرکے گمراہ ہوئے، حالانکہ دنیوی علوم وفنون

کی طرح دینی علم ورہنمائی کے لئے بھی ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے چنانچہ تفسیر کا علم بغیر مفسرین کے، حدیث کا علم بغیر محدثین کے، فقہ کا علم بغیر فقہاء کے، اور تصوف کا علم بغیر صوفیاء کے رہنما بنائے حاصل کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا انسان کو صلاح وفلاح اور کامیابی پانے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے، ایک کتاب اللہ، دوسرے رجال اللہ یعنی اللہ والے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے یہی دو سلسلے جاری رکھے ہیں (۱) ایک آسمانی کتابوں کا (۲) دوسرا آسمانی کتابوں کے مضامین کی تعلیم اور ان کے احکام کی تربیت دینے والے رسولوں کا۔ جس طرح صرف آسمانی کتاب نازل فرمادینے کو کافی نہیں سمجھا گیا، اسی طرح صرف رسولوں کے بھیجنے کو بھی کافی نہیں سمجھا گیا، ایسی مثالیں تو موجود ہیں کہ بے شمار نبی بھیجے گئے مگر ان کے ساتھ کوئی نئی کتاب نازل نہیں کی گئی، لیکن ایسی ایک بھی مثال موجود نہیں کہ کوئی آسمانی کتاب نازل کی گئی ہو، مگر اس کے ساتھ کوئی نبی نہ بھیجا گیا ہو، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تک یہی اصول جاری رہا، اور آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ تو بند کر دیا گیا مگر آپ کے بعد آپ کے سچے وارثین علمائے حق کو قرار دیا گیا، جس طرح پہلی آسمانی کتابوں کو معلم ومربی یعنی نبی کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا تھا، اسی طرح آخری کتاب ''قرآن مجید'' کو اصل معلم ومربی ''حضور ﷺ'' اور آپ کے بعد آپ کے صحیح وارثین علمائے حق کی رہنمائی کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں۔

سورہ فاتحہ کے مضامین کا باہمی تعلق

سورہ فاتحہ میں دس چیزیں ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے پانچ چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور پانچ چیزوں کا تعلق بندوں سے ہے۔ جن پانچ چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے وہ یہ ہیں

(۱) الوہیت (جو لفظ ''اللہ'' سے ثابت ہے) (۲) ربوبیت (جو ''رب العالمین'' سے ثابت ہے)
(۳) رحمانیت (جو لفظ ''الرَّحمٰن'' سے ثابت ہے) (۴) رحیمیت (جو لفظ ''الرَّحیم'' سے ثابت ہے)
(۵) مالکیت (جو ''مالکِ یوم الدِّین'' سے ثابت ہے)

اور جن پانچ چیزوں کا تعلق بندوں سے ہے وہ یہ ہیں ....←

(۱) عبادت (جو ''ایاک نعبد'' سے ثابت ہے) (۲) استعانت (جو ''وایاک نستعین'' سے ثابت ہے) (۳) طلبِ ہدایت (جو ''اھدنا'' سے ثابت ہے) (۴) طلبِ استقامت (جو ''صراط

المستقیم“ سے ثابت ہے)(۵) طلبِ نعمت (جو”صراط الذین انعمتَ علیھم“ سے ثابت ہے) بندہ سے متعلق ان پانچ چیزوں کا اللہ سے متعلق پانچ چیزوں کے ساتھ گہرا تعلق اور ربط ہے۔ چنانچہ اس تعلق اور ربط کے ساتھ پوری سورت کے مضمون کا مطلب اور پورے کلام کا خلاصہ یہ ہے:

”اے اللہ ہم خاص تیری عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ تو ہمارا اللہ یعنی معبود ہے۔اور خاص تجھ ہی سے مدد اس لئے مانگتے ہیں کہ تو ہی سارے جہانوں کی تربیت اور پرورش کرنے والا ہے،اور خاص تجھ ہی سے ہدایت اس لئے طلب کرتے ہیں کہ تو ہی رحمان ہے اور تیری رحمت ومہربانی عام ہے،اور خاص تجھ ہی سے استقامت کا اس لئے سوال کرتے ہیں کہ تو رحیم ہے، تیری خاص رحمت خاص ایمان اور ہدایت والوں پر ہی ہوتی ہے۔اور خاص تجھ ہی سے انعام کے اس لئے امیدوار ہیں کہ تو ہی جزاء اور سزا کا مالک ہے،ایسی کامل نعمت ہم کو عطا فرما کہ جو تیرے غضب اور ہر قسم کی گمراہی سے بالکل پاک وصاف ہو“(تفسیر کبیر)

سورہ فاتحہ اور سیر الی اللہ

بندہ جب بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو کر اللہ تعالیٰ سے مُناجات اور اس کی صفاتِ کمال بیان کرتا ہوا ”مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ“ تک پہنچتا ہے،تو بے اختیار اِسے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے،اس لئے وہ سفر کا ارادہ کرتا ہے تو ”اِیَّاکَ نَعۡبُدُ“ کے ذریعے وہ سفر کے لئے عبادت کا سامان اور توشہ لیتا ہے اور پھر ”اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ“ کے ذریعہ وہ استعانت اور اللہ کی مدد کی سواری پر سوار ہوتا ہے،سفر کا سامان اور سواری مہیا ہو جانے کے بعد راستہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور جب ”اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ“ کے ذریعے راستہ معلوم ہو جاتا ہے تو راستہ کے رفیقوں اور ہم سفروں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے،تا کہ ان کی رفاقت اور قرابت میں راستہ سہولت کے ساتھ طے ہو،اس لئے وہ ”صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِم“ کے ذریعے اچھے اور نیک رفیقوں کی درخواست کرتا ہے،اور پھر راستہ کے، راہزنوں اور ڈاکوؤں یعنی غضب یافتہ اور گمراہ لوگوں کے خدشات وخطرات سے بچنے کا ”غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ“ کے ذریعہ سے سامان کرتا ہے اور اس طرح اس کا سفر بخیر وعافیت مکمل ہو جاتا ہے اور منزلِ مقصود تک بحسن وخوبی رسائی حاصل ہو جاتی ہے(معارف القرآن ادریسی بتغیر)

درسِ حدیث

محمد ابوریحان

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

پانی کا بے جا استعمال اور ضیاع

اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ مَرَّ بِسَعْدٍ وَھُوَیَتَوَضَّأُفَقَالَ مَاھٰذَا السَّرْفُ؟ فَقَالَ ! اَفِی الْوُضُوْءِ اِسْرَافٌ ؟ قَالَ نَعَمْ ، وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍجَارٍ (ابن ماجه، مسند احمد)

﴿ترجمہ﴾ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ (صحابی) کے قریب سے گزرے اور حضرت سعد اُس وقت وضو کررہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا یہ کیا فضول خرچی ہے؟ اس پر حضرت سعد نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے) اگرچہ تم کسی بہتے ہوئے دریا پر ہی کیوں نہ ہو (ابن ماجہ، مسند احمد)

آج کل ہم لوگ اللہ کی نعمتوں کے بے جا استعمال اور فضول خرچی سے بچنے کا اہتمام اس وقت تو کرتے ہیں، جب کسی چیز کی کمی محسوس ہورہی ہو، لیکن جب کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی اس وقت فضول خرچی سے نہیں بچا جاتا حالانکہ فضول خرچی تو ہر وقت گناہ اور بے برکتی کا باعث ہے خواہ وہ چیز تھوڑی میسر ہو یا زیادہ۔

چنانچہ جو شخص کسی بہتے ہوئے دریا سے وضو کررہا ہے اسے پانی کی کمی کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا، لیکن اسے بھی پانی احتیاط کے ساتھ استعمال وخرچ کرنے کا پابند فرمادیا گیا۔ کیونکہ کسی شخص کو جب پانی فضول بہانے کی عادت ہوجاتی ہے، تو اس کو عادت ہوجانے کی وجہ سے پانی کی کمی کے موقع پر بھی فضول خرچی سے بچنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور جب کسی قوم یا فرد کا مزاج اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے جا استعمال کرنے کا بن جائے تو اس کے لئے بہتے ہوئے دریا بھی کافی نہیں ہوسکتے۔ بہتے ہوئے دریا سے وضو کرنے کی صورت میں کوئی بل بھی ادا نہیں کرنا پڑتا اور استعمال کے بعد پانی بھی ناپاک اور ضائع نہیں ہوتا، بلکہ دریا میں ہی واپس چلا جاتا ہے، لیکن اس موقع پر بھی پانی کے استعمال میں احتیاط کا حکم ہونے سے آج گھروں میں استعمال ہونے والے پانی میں بے احتیاطی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جس کا کہ عموماً بل بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔

پانی کے ضیاع کی مختلف صورتیں

ایک طرف تو حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف آج پانی میں اسراف اور اس کے ضیاع و بے جا استعمال کے گناہ کے عام ہونے کے مناظر ملاحظہ کریں تو ہم اس ارشاد سے بہت دور نظر آتے ہیں ۔جس کی چند مثالیں یہ ہیں

آج کل گھروں ،دفتروں اور مسجدوں وغیرہ میں عام طور پر ٹونٹیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں، جن سے مسلسل پانی آتا رہتا ہے اور اس میں وضو کرنے یا منہ ہاتھ وغیرہ دھونے والے کو یہ خیال بھی نہیں آتا کہ جہاں ایک لوٹے پانی سے وضو وغیرہ ہوسکتا تھا وہاں کتنے لوٹے پانی خرچ ہوگیا ہے، شروع میں ایک مرتبہ ٹونٹی بھر پور انداز میں کھول دی جاتی ہے اور پھر بند کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی اور آخر تک تسلسل کے ساتھ پانی فضول بہتا رہتا ہے۔ ہاتھ دھو رہے ہوں تو پانی چل رہا ہے، کُلی کر رہے ہوں تو پانی بہ رہا ہے، مسواک ہو رہی ہو تو پانی جاری ہے، ناک میں پانی ڈال رہے ہوں تو پانی گر رہا ہے، مسح کر رہے ہوں تو پانی ضائع ہو رہا ہے، صابُن استعمال ہو رہا ہو تو پانی چل رہا ہے، غرضیکہ شروع سے آخر تک یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو وضو کرنے یا منہ ہاتھ دھونے کے لئے جتنے پانی کی واقعی ضرورت ہے اور جتنی مقدار حقیقت میں درکار ہے اس سے کئی گنا زیادہ پانی بغیر استعمال کے فضول ضائع ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح پانی کو ضائع کرنا اور کھلا بہانا سراسر گناہ ہے۔ کیا آپ نے غور کیا کہ جتنی دیر میں آپ مسلسل ٹونٹی سے پانی کھول کر وضو وغیرہ کرتے ہیں اگر اتنی دیر مسلسل اتنی رفتار کے ساتھ پانی چلا کر جمع کیا جائے ،تو کئی لوٹے بلکہ بالٹیاں تک بھر جائیں، مگر وضو کرنے والوں کو تو اس گناہ کی طرف ذرا بھی خیال نہیں جاتا اور ذہن میں یہی تصور ہوتا ہے کہ وہ نماز وغیرہ جیسے اہم فریضے اور عبادت کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

جب سے ٹنکی اور ٹونٹیوں کا سلسلہ قائم جاری ہوا ہے، اس وقت سے نہاتے وقت فضول پانی کے ضیاع کا مسئلہ بھی بہت بڑھ گیا ہے، عام طور پر نہاتے وقت ٹونٹی ،فوارہ وغیرہ کھول کر بے فکر ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی ٹنکیاں خالی کر دیتے ہیں ۔جبکہ نہانے ،میل کچیل دور کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اس سے کئی گنا کم پانی سے ضرورت پوری کی جاسکتی ہے، کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ اب تک کتنا پانی

گندے نالوں اور گٹروں میں مِلا کر اس گناہ کے جرم میں مبتلا ہو چکے ہیں؟ کپڑے اور برتن دھوتے وقت صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ پانی پوری تیز رفتاری کے ساتھ کھول کر ٹونٹی بند کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اس دوران کپڑوں اور برتنوں کو رگڑا جا رہا ہو یا صابن وغیرہ لگایا جا رہا ہو یا ان سے ہڈیاں وغیرہ علیحدہ کی جا رہی ہوں بہرحال پانی کا تسلسل اس دوران بھی اسی رفتار کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے

بہت سے لوگ موٹر چلا کر بے فکر ہو جاتے ہیں اور ٹنکی بھرنے کے بعد پانی فضول بہتا رہتا ہے، بعض گلیوں میں سرکاری پانی کے نل سے ٹونٹیاں اتری ہوتی ہیں یا درمیان میں سے کوئی پائپ ٹوٹ جاتا ہے اور مستقل پانی بہتا رہتا ہے نہ کسی سرکاری ذمہ دار کو فکر ہوتی اور نہ ہی محلّہ کے کسی فرد کو اس کا احساس ہوتا، موٹر سائیکل یا گاڑی کی دھلائی ہو رہی ہو یا گھر کے صحن اور کمروں کو دھویا جا رہا ہو، اُس وقت بھی پانی کا بے بہا استعمال کیا جاتا ہے اور بلاوجہ برق رفتاری کے ساتھ پانی چلا کر پائپ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بعض جگہ گھر کے باغیچوں اور پودوں کی جڑیں تر ہونے کے بعد ویسے ہی پانی بہتا رہتا ہے۔ بعض لوگ صرف وسوسوں اور شک کی وجہ سے وضوء، غسل اور استنجاء وغیرہ میں پانی خوب بہاتے ہیں اور کئی کئی مرتبہ وہم کی وجہ سے ایک ایک عمل کو دوہرا کر پانی ضائع کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کے بے شمار فضول کاموں میں پانی کو بے دریغ استعمال اور ضائع کر کے ایک اہم اور زندگی کے لئے لازمی چیز سے محرومی کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں، اسی فضول خرچی کا نتیجہ ہے کہ روز بروز پانی کی مقدار میں کمی آ رہی ہے، زیر زمین پانی کی سطح روز بروز گر رہی ہے۔ اور کل آنے والے وقت میں پانی کی کمی اور قلت کے عذاب کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

مُسافراور فارِغ کی نماز

میں ایک مرتبہ بس کے ذریعہ غالبًا ملتان سے راولپنڈی کا سفر کررہا تھا،سوار ہونے سے پہلے ہی میں نے ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ نماز کے وقت راستہ میں گاڑی ٹھہرادیجئے گا اور کنڈیکٹر سے بھی اس بارے میں بات ہوچکی تھی۔ڈرائیور اور کنڈیکٹر دونوں ہی اس پر رضامند تھے اور بخوشی اس کا وعدہ کرلیا تھا۔لیکن نماز کا وقت آنے پرڈرائیور اور کنڈیکٹر دونوں گاڑی روکنے میں کچھ ہچکچاہٹ محسوس کررہے تھے،بالآخر میرے باربار متوجہ کرنے پر ایک جگہ گاڑی روک دی گئی۔یہ کوئی پٹرول پمپ کی جگہ تھی، جہاں استنجے، وضو اور نماز کا قدرے بہتر انتظام تھا،گاڑی رُکنے سے پہلے تو گاڑی میں میرے علاوہ کسی کی طرف سے بھی نماز کے لئے گاڑی روکنے کی ضرورت کا اظہار نہیں کیا گیا تھا،لیکن گاڑی رُک جانے کے بعد فوراً بے شمار افراد گاڑی سے نیچے اُتر گئے۔جن میں سے کچھ حضرات تو نماز کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے، کچھ لوگ پیشاب وغیرہ کرنے لگے اور کچھ لوگ ویسے ہی اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے اور چہل قدمی میں لگ گئے،جبکہ کچھ لوگ سگریٹ نوشی وغیرہ میں مشغول ہوگئے۔

میرا پہلے سے وضو تھا اور نماز بھی ظہر یا عصر کی تھی جو سفر کی حالت میں صرف دو رکعت پڑھنی ہوتی ہیں،اس لئے میں نے جلدی سے اُتر کر دو رکعت پڑھیں اور جلدی سے اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔اور آہستہ آہستہ اکثر مسافر حضرات بھی اپنی اپنی سیٹوں پر پہنچ گئے۔لیکن چند حضرات کافی دیر تک گاڑی میں نہیں پہنچ سکے تھے اور اُن کی سیٹیں خالی تھیں،دوسری طرف ڈرائیور باربار گاڑی کا ہارن بجا کر اُن کو بلا رہا تھا اور دیر ہوجانے پر بہت خفگی کا اظہار کررہا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ ہمیں مقررہ وقت پر اپنے مقام پر پہنچنا ہوتا ہے،ورنہ ہم پر تاخیر کی وجہ سے جرمانہ عائد ہوجاتا ہے اور بعض اوقات ملازمت سے بھی برطرف کردیا جاتا ہے اور تاخیر کی وجہ سے کمپنی کی سروس کی ساکھ بھی لوگوں کی نظروں میں متأثر ہوتی ہے،تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ چند لوگ ابھی تک نماز میں مشغول تھے،جنہوں نے ’’بڑے اطمینان کے ساتھ جنید بغدادی اور شبلی کی طرح نماز ادا کی ہے‘‘ کچھ حضرات نے تو فرضوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں،اور زیادہ حیرت اس بات پر ہوئی کہ موقع غنیمت سمجھتے ہوئے کچھ افراد نے اپنے ذمہ کی دیگر قضاء شدہ نمازیں بھی

پڑھ ڈالی ہیں۔

مُسافروں کے اعتراض کرنے پر ان لوگوں نے طرح طرح کی تاویلات کرنی شروع کر دیں۔ کچھ کا کہنا یہ تھا کہ نماز پڑھنی ہے تو پھر اطمینان اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنی چاہئے ،لیکن ان ناسمجھ لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضور ﷺ تو بچوں کے رونے کی آواز سن کر بھی نماز ہلکی فرما دیا کرتے تھے مگر ان لوگوں کے خشوع کا عالم یہ تھا کہ مختلف ضروریات واغراض کے لئے سفر کرنے والے حضرات کی بھی پرواہ نہ تھی ......کچھ لاعلم لوگوں کا کہنا تھا کہ جب نماز پڑھی جائے تو پوری پڑھی جائے بغیر سنتوں اورنفلوں کے نماز پڑھنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ بغیر سالن کے روٹی کھانا۔لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم کرنے کی زحمت گوارا نہ تھی کہ سفر میں تو سنتِ مؤکدہ نمازوں کی تاکید بھی برقرار نہیں رہتی، چہ جائیکہ نفل نمازوں کی..........پھر کسی سنت یا نفل عمل کو انجام دینے کی خاطر ایک حرام کام یعنی دوسروں کی تکلیف اور ایذاء کا باعث بننا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟......کچھ افراد کی طرف سے یہ جواب سننے کو ملا کہ قضاء نمازوں کو پڑھنا بھی فرض ہے، اگر ان کی ادائیگی کے بغیر موت آ گئی تو آخرت میں پکڑ ہوگی۔ مگر ان حضرات نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ سبؔ سے پہلے تو نماز کو قضاء کر دینا ہی جائز نہیں، خصوصاً جبکہ قضاء بھی بغیر کسی وجہ سے کی گئی ہو۔ دوسؔرے اگر کوئی نماز قضاء ہو بھی گئی تو اس کی ادائیگی کے لئے اور بھی بہت سے مواقع ہیں، کیا قضاء نماز ادا کرنے کے لئے شریعت نے صرف ایسی حالت کو ہی متعین کیا ہے جو سفر کی حالت ہو اور دوسروں کی تکلیف کا بھی سبب ہو۔

ان حالات میں ڈرائیور سمیت دیگر مسافروں کی طرف سے اِن لوگوں کے جواب میں ملتے جلتے تأثرات تھے، کافی دیر تک بحث ومباحثہ کا بازار گرم رہا۔ڈرائیور کا کہنا تھا کہ ہم اسی وجہ سے نماز پڑھنے کے لئے گاڑی نہیں روکتے ،بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ ان مولویوں کو ٹائم کی قدر نہیں ہوتی ،اور اِن مولویوں کی وجہ سے ہمارے لئے مسائل پیدا ہورہے ہیں، ان کا سارا دین بس نماز میں ہی سمٹ کر رہ گیا ہے اور دوسرے لوگ جو بڑی بڑی ضروریات کے لئے سفر کررہے ہیں ان چیزوں کو یہ لوگ دین نہیں سمجھتے ......لیکن لوگوں کو یہ بات کون سمجھائے کہ دین اس قسم کی حرکتوں کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی یہ لوگ کوئی مولوی یا عالم ہیں اور نہ یہ علمِ دین کا تقاضا ہے۔

یہ تو ایک مختصر سا واقعہ ہے ورنہ اس قسم کے بے شمار واقعات آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔

ہم لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ یا تو دین پر سرے سے عمل ہی نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو بے تکے انداز سے کریں گے، حالانکہ دینِ اسلام اعتدال کا نام ہے، نہ اس میں افراط یعنی زیادتی کی گنجائش ہے اور نہ تفریط یعنی کمی کی...... اللہ والے جن کو اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتے ہیں وہ بڑی کام کی باتیں فرماتے ہیں، چنانچہ ایک اللہ والے فرماتے ہیں...... ’’کہ ایک شخص کام کاج سے ریٹائرڈ ہو چکا ہے، اس کے پاس کھانے پینے کو سب کچھ میسر ہے، بینک بیلنس موجود ہے، نہ اسے معاش کی اور کمانے کی فکر ہے، نہ اس پر ملازمت اور تجارت کی ذمہ داری ہے، اس لئے اذان ہوتے ہی مسجد پہنچ جاتا ہے اور اطمینان کے ساتھ وضو کر کے تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی نفلیں ادا کرتا ہے اور سکون کے ساتھ سنتیں پڑھتا ہے اور پھر تکبیر اولیٰ کے ساتھ با جماعت نماز ادا کرتا ہے اور اس درمیان اس کی توجہ نماز کی طرف رہتی ہے اور اس کو قرأت قیام، رکوع اور سجدے وغیرہ میں خوب لطف آتا ہے اور پھر آرام سے سنن ونوافل میں مشغول ہو جاتا ہے

اور دوسرا شخص وہ ہے جس کے اوپر بیوی بچوں کی بھاری ذمہ داری ہے، یہ ایک مزدور آدمی ہے، روزانہ ریڑھی اور ٹھیلا لگا کر بمشکل اپنا گزر بسر کرتا ہے اور بیوی بچوں کے حقوق اور نان ونفقہ کی فکر سوار رہتی ہے، جب نماز کا وقت آتا ہے، تو جلدی جلدی گاہکوں کو فارغ کرتا ہے اور اپنی ریڑھی پر کپڑا وغیرہ ڈال کر جلدی سے وضو کر کے با جماعت نماز ادا کرتا ہے۔ اب اس کے دل ودماغ پر ریڑھی، گاہکوں اور بیوی بچوں کے حقوق کی فکر سوار ہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ نماز نہیں چھوڑتا، بلکہ وقت پر ادا کرتا ہے، مگر یہ پہلے ریٹائرڈ شخص کی طرح زیادہ نوافل اور تسبیحات وغیرہ نہیں پڑھتا...... اب ظاہری طور پر محسوس ہوتا ہے کہ پہلا شخص جو ریٹائرڈ ہے اس کی نماز میں زیادہ روحانیت ہے...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دوسرے مصروف اور مزدور شخص کی نماز کی اہمیت اور قدر وقیمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ ہے...... کیونکہ پہلا شخص تو فارغ ہے اس کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں، اس لئے نماز وعبادت میں زیادہ سے زیادہ وقت لگاتا ہے، مگر دوسرا شخص ہزاروں ذمہ داریوں کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں۔ اسی لئے ایک حدیث میں جوانی کی عبادت کو بڑھاپے کی عبادت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ بڑھاپے میں عام طور پر انسان زندگی کے تمام تقاضوں سے فارغ ہو جاتا ہے اور جوانی میں بے شمار نفسانی وشیطانی تقاضے ساتھ لگے رہتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دین صرف نماز روزے تک محدود نہیں، بلکہ دین کا دائرہ بہت وسیع ہے...... جس میں نماز

روزے کے علاوہ رہن سہن سمیت دوسروں کے حقوق بھی داخل ہیں، راہِ اعتدال سے ہٹنے کے نتیجہ اور جہالت کی وجہ سے انسان بے شمار قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ نیکی کے رنگ میں کسی گناہ کی زد میں تو نہیں آ رہا۔

بعض دنیوی تعلیم یافتہ پڑھے لکھے لوگوں تک کو دیکھا گیا کہ جس حال میں سفر کر رہے ہوں اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں، انہیں نہ تو سیٹ کے ناپاک ہونے کا خیال آتا، نہ ناپاک جوتے پیروں سے علیحدہ کرنے کی زحمت گوارا ہوتی اور نہ ہی نماز کی ایسی دیگر شرائط اور ارکان کا لحاظ کیا جاتا جن پر بآسانی سفر کی حالت میں بھی عمل کرنا ممکن ہے، بس جہالت اور من مانی کا ایک سیلاب ہے، جس میں بہے جا رہے ہیں۔ اور اوپر سے طرح طرح کی ایسی تاویلات جن کا نہ کوئی سر اور نہ پیر ہوتا، پیش کی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ سفر میں ہر طرح نماز ہوجاتی ہے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' ان لوگوں کے نزدیک نماز کے نہ شرائط وارکان کا کوئی درجہ ہے اور نہ ہی فرائض وواجبات کا۔ بس ان لوگوں نے دین کو ناک کی موم بنا کر اپنی عقل اور طبیعت کے تابع بنایا ہوا ہے۔

یاد رکھئے کہ جب تک جہالت کا اندھیرا دور نہیں ہوگا اس وقت تک اس قسم کے مناظر کا مشاہدہ ہوتا رہے گا، اور جہالت کے نتیجہ میں بے شمار اعمال ضائع ہوتے رہیں گے۔ ایسے مواقع پر غلطی پر پردہ ڈالنے اور گناہوں کے جواز کا بعض لوگوں نے یہ حربہ اختیار کرلیا ہے کہ گناہوں اور غلطیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود کہا کرتے ہیں ''اللہ قبول کرسی' اللہ تعالیٰ بہت غفور الرحیم اور قبول کرنے والے ہیں وغیرہ وغیرہ''

ان حضرات پر تعجب ہے کہ انہوں نے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے غلط معنٰی مراد لئے اور ان کو اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بطور ڈھال استعمال کرنا شروع کردیا۔

یاد رکھئے بے شک ''اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم اور قبول کرنے والے ہیں''۔ لیکن قبول کرنے اور مغفرت کی بھی تو کچھ شرائط ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی بیان کردہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا کہ فلاں چیز فرض اور فلاں چیز واجب اور فلاں چیز حرام اور فلاں چیز گناہ ہے اور ان کی پابندی ضروری ہے اور ان کی رعایت کے بغیر مغفرت اور قبولیت کا وعدہ نہیں، پھر کیسے اس طرح کے الفاظ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جہالت دور کرنے اور علمِ دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

محمد رضوان۔ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ۔ ادارہ غفران، راولپنڈی۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

وقت گُزاری اور فارغ رہنے کا مشغلہ

آپ نے بارہا کسی ملنے جلنے والے سے ملاقات کے وقت سنا ہوگا اور شاید خود بھی بارہا یہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کیئے ہوں گے کہ ''وقت گزر رہا ہے'' ''بس جی ''ٹائم پاس ہو رہا ہے'' یا اسی سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ جو ہماری زبان پر عام ہیں۔اور لوگ بے سوچے سمجھے اِن الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کیئے جا رہے ہیں گویا کہ ان لوگوں کے نزدیک دنیا میں آنے کا مقصد وقت گزاری اور ٹائم پاس کرنا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ۔ وقت کا گزر جانا ہی مقصدِ زندگی ہے، دنیا میں آ کر وقت گزارنا یعنی کسی طرح وقت کو دھکیلنا ہی سب سے اچھا مشغلہ ہے۔کہیں کسی مجلس میں اِدھر اُدھر کی فضول باتیں اور غپ شپ ہو جائے ،ہنسی مذاق اور ٹھٹھے بازی میں وقت گزر جائے ،تو اس پر خوشی منائی جاتی اور مخاطب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جناب کی بدولت اچھا وقت گزر گیا اور دل بہل گیا۔ہم اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ ہم نے وقت گزارنے کو بہترین مشغلہ اور لذیذ غذا سمجھا ہوا ہے، جہاں دو چار افراد جمع ہوئے فوراً اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں ،جس میں زیادہ تر دوسرے لوگوں کی غیبتیں ، بُرائیاں اور عیب جوئیاں ہی شامل ہوتی ہیں،کوئی کام کی بات تو شاید ہی بھولے سے درمیان میں آجاتی ہو اور دین کی بات کا تو پوچھنا ہی کیا، اگر بھولے سے دین کی کوئی بات چھیڑ بھی دے تو یا تو اس کو مذاق اور استہزاء کا رنگ دے کر اس کی وہ گت بنائی جاتی ہے کہ جس سے ایمان ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے اور یا پھر اس کو اجنبی اور اپنی سوسائٹی سے الگ موضوع سمجھ کر لا اُبالی پن اور کسی نہ کسی طرح اس سے پہلو تہی اختیار کر لی جاتی ہے۔تقریبات وغیرہ کا موقع ہو تو اس میں بھی بے دردی کے ساتھ وقت ضائع ہوتا ہے اور مقررہ وقت سے کئی کئی گھنٹے بعد شرکاء و دعوتیوں کی آمد اور کھانے وغیرہ کا آغاز ہوتا ہے، ہمیشہ اسی کی فکر رہتی ہے کہ کوئی وقت گزاری کا مشغلہ ہاتھ آئے اور آہستہ آہستہ ہماری زندگی میں ایسے بے شمار مشاغل آ کر زندگی کا حصہ بن گئے ہیں، جن میں لگ کر سوائے وقت گزاری بلکہ وقت ضیاع کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور اگر کچھ حاصل بھی ہوتا ہے تو گناہوں کا انبار، چنانچہ ٹیلی ویژن کی وبا تو گھر گھر عام ہے، جس میں مشغول ہو کر کئی کئی گھنٹے ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔

اگر دنیا میں آنے کا مقصد وقت گزاری ہی ہے تو پھر اتنی بڑی کائنات کو پیدا فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔
ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے ”اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ “(بیہقی) ”کہ پوری دنیا تمہارے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے “

بعض اللہ والوں کا فرمان ہے ۔

بیکار مباش کچھ تو کیا کر کچھ بھی نہ ہو تو جوتے ہی سیا کر

مطلب یہ ہے کہ بیکار اور فضول نہ رہا کرو بلکہ کچھ نہ کچھ کرتے رہا کرو، اگر اور کوئی کام نہ ہو تو خالی اور فضول بیٹھے رہنے سے جوتے سینا اور درست کرنا ہی بہتر ہے، واقعی بہت قیمتی اور جامع نصیحت ہے سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے، ہر شخص کو پوری زندگی کے لئے پلے باندھ لینے کی ضرورت ہے۔اس میں یہ سبق دیا گیا کہ انسان کو کہیں بھی فضول وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اسے کسی نہ کسی فائدہ کے کام میں خرچ کرنا چاہئے، خواہ وہ فائدہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ فضول وقت ضائع کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ انسان جوتا ہی صحیح کرلے، کہ یہ بھی ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

ہمارے زیادہ تر اوقات آج فضولیات کی نظر ہو جاتے ہیں، نہ دین کا کوئی فائدہ حاصل ہوتا اور نہ ہی دنیا کا اگر ہر شخص اسی اصول کو اپنی زندگی کا حصہ بنالے تو اس کی زندگی نہ صرف ضائع ہونے سے بچ جائے بلکہ قیمتی بھی بن جائے، ہم لوگ کسی کام سے فارغ ہو کر درمیان میں ویسے ہی خالی بیٹھ جاتے ہیں، حالانکہ اس وقت آرام کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، اگر ہم تھوڑے تھوڑے اوقات میں بھی چھوٹے موٹے کام کرلیا کریں تو ہمارے مدت سے پڑے ہوئے کتنے کام نمٹ جائیں اور کئی قسم کی پریشانیوں سے نجات حاصل ہو جائے، وقت کو ضائع کرنے سے بچانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے کام وکاج اور روزمرہ کی مصروفیات کا ایک نظام الاوقات متعین کرلیں، یہ اتنا مؤثر اور مفید نسخہ ہے کہ جو چاہے اور جب چاہے اس کا تجربہ کرکے دیکھ لے، کسی نے بالکل سچ کہا ہے ۔

نظم پیدا کیجئے اوقات میں برکتیں پھر دیکھئے دن رات میں

نظام الاوقات بنا کر اس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے وقت میں برکت ہوتی ہے اور بے شمار پڑے ہوئے اور اُلجھے ہوئے کاموں کو نمٹانا آسان ہو جاتا ہے۔

اور جب تک نظامُ الاوقات پر عمل کا اہتمام نہ ہو سکے، اس وقت تک یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے

کاموں کا ایک خاکہ ذہن میں رکھا جائے اور جوں ہی کوئی وقت ملے وہ کام کرلیا جائے، پورا نہ سہی تھوڑا ہی سہی، بقول شخصے ؎ نہ آدھی کو چھوڑ پوری کے پیچھے۔

قطرہ قطرہ دریا اور ذرہ ذرہ پہاڑ ہوجایا کرتا ہے۔ اگر کسی وقت عملی طور پر کوئی کام مشکل محسوس ہو رہا ہو تو ذکر اللہ میں مشغول ہوجانے میں تو کوئی بھی رکاوٹ نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اتنا آسان بنادیا ہے کہ نہ اس کے لئے وضو، غسل کی ضرورت ہے، نہ کسی خاص وقت کی قید ہے اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی، ہر وقت بآسانی ذکر اللہ میں مشغول ہوکر نیکیاں سمیٹی جاسکتی ہیں، بلکہ دوسرے بہت سے کام وکاج میں مشغول ہونے کی صورت میں بھی ذکر اللہ کی برکات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، چنانچہ صفائی کرتے وقت، کپڑے اور برتن دھوتے وقت، جھاڑو دیتے وقت، اور اسی طرح دوسرے کام انجام دیتے وقت ذکر اللہ جاری رکھنا بہت آسان اور ''ایک تیر دو شکار'' والی بات ہے، کام بھی جاری رہے اور ذکر اللہ بھی، اور ذکر اللہ کی یہ برکت ہے کہ اس سے دوسرے کاموں میں سہولت اور برکت حاصل ہوتی ہے اور بہتر نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

لَایَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (مسند احمد و ترمذی)

''آپ کی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہئے'' (کبھی ذکر کو چھوڑ کر خشک نہ ہونے پائے)

مسلمانو! وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ عمر کے قیمتی لمحات برق رفتاری سے برف کی طرح پگھل رہے ہیں۔ عمر ڈھل رہی ہے، دنیا اور زندگی تیزی سے پیٹھ دکھا کر بھاگ رہی ہے اور موت وآخرت تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ عمر بڑھ رہی ہے مگر درحقیقت وہ گھٹ رہی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں آگے بڑھ رہے ہیں، حالانکہ ہم موت کے قریب تر ہورہے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ ترقی کررہے ہیں، لیکن درحقیقت بڑھاپے کی طرف اُتر رہے ہیں۔ یہ زندگی فضول ضائع کرنے کے لئے نہیں ملی، بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کے لئے حاصل ہوئی ہے۔ اگر ہم اس مقصد کو حاصل نہ کرپائے تو ہماری زندگی کا کوئی بھی فائدہ نہیں، بلکہ سراسر خسارہ اور نقصان ہی ہے، اس سے لاکھ درجہ بہتر تھا کہ یہ زندگی حاصل ہی نہ ہوپاتی، دنیا میں مختصر عرصہ کے لئے آنا ہوا، یہ عبوری دور ہے، مستقل آباد ہونے کے لئے نہیں، نہ کبھی کوئی

یہاں آباد ہوا، نہ ہوگا، نہ مکین رہے، نہ مکان رہیں گے، ایک نہ ایک دن اس کارخانۂ عالم سے ریٹائرڈ ہوکر کوچ کرنا ہے۔ جو اس کارخانہ میں ہماری ذمہ داری اور ڈیوٹی لگائی گئی، آج ہی اس کو پورا کرلیں، جس کے بعد کل آنے والی زندگی میں پنشن جاری ہوجائے گی، پھر وہاں کچھ کیئے کرائے بغیر، بیٹھے بٹھائے وہ سب کچھ ملے گا، جس کا اس دنیوی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، وہ سب کچھ اس عارضی دنیوی زندگی کی محنت کا پھل اور ثمرہ ہوگا، کل سورج کی روشنی کی طرح سب سامنے آجائے گا، کہ کیا کھویا اور کیا پایا، کل آنے والا قیامت کا وقت کسی کے حق میں دن کی روشنی کی شکل میں ظاہر ہوگا اور کسی کے حق میں رات کی تاریکی اور اندھیرے کی صورت میں۔

کیا ہم نے وقت گزاری کرتے وقت کبھی سوچا ہے کہ ہماری زندگی کے کتنے قیمتی لمحات ضائع ہوچکے اور فضولیات کی نظر ہوکر قیامت کے دن کے لئے حسرت اور افسوس کا باعث بن چکے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ دنیا میں اللہ کے ذکر سے خالی (اور غفلت میں) وقت گزرنے کی حسرت جنت میں بھی ہوگی (کنز العمال ج۹ مجمع الزوائد ج۱۰)

ابھی بھی وقت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ملی ہوئی ہے، بچے کھچے وقت کی قدر کرلیں اور جس عظیم مقصد کے لئے اللہ ربُّ العزت نے دنیا میں بھیجا ہے اس کو سوچ لیں اور وہ کوئی زیادہ مشکل فہم موضوع نہیں، وہ زندگی کا قیمتی مقصد جس کے لئے دنیا میں مختصر وقت کے لئے ہماری تشکیل وترسیل ہوئی، اللہ ربُّ العزت، اور خالقِ کائنات کی پیروی اور بندگی ہے، جس کی بار بار قرآن وحدیث میں یاددھیانی کرائی گئی ہے، اس مقصد کو بالکل سادہ انداز میں قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمادیا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ

''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''

یہ ہے وہ زندگی کا مقصد جس کے لئے دنیا میں مختصر وقت کے لئے ہماری تشکیل کی گئی اور ہمیں بھیجا گیا ہے۔

آج ہی سے پختہ ارادہ فرمالیجئے کہ آج کے بعد کوئی بھی وقت ضائع نہیں کریں گے اور کسی نہ کسی دینی یا دنیوی فائدہ کے کام میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں گے۔ پھر دیکھئے کتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ وقت کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں اور وقت کو فضول ضائع کرنے سے بچائیں۔ آمین۔

محمد رضوان۔ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ۔

مقالات ومضامین

محمد ابوعفان

اہلِ کتاب کے ایمان اور اِن سے نکاح کا مسئلہ

آج کل مختلف ذرائع ابلاغ کے واسطے سے براہِ راست مسلمانوں کے ایمان واعتقاد کوخراب کرنے اوران کورہے سہے ایمان کی دولت سے محروم کرکے ایمان سے کنگال کرنے کی مختلف کوششیں کی جارہی ہیں، عالمِ کفراور خصوصاً متعصب یہود وعیسائی مسلمانوں میں عملی بگاڑ پیدا کرنے اور عملی میدان میں فتح یابی کے بعداب براہِ راست ایمان پرحملہ آور ہوکراُن کو مرتد اور ملحد بنانے کے لئے پرتول رہے ہیں، اُن کی انہی کوششوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے کفراور یہودیت وعیسائیت کی نفرت نکالی جائے اور یہ باآور کرایا جائے کہ مسلمان ہونے اورآخرت میں نجات پانے کے لئے صرف مسلمان ہونا شرط اورضروری نہیں، بلکہ جوقوم بھی آسمانی مذہب رکھتی ہو، وہ اپنی مذہبی راہ ورسم کواختیار کرکے آخرت کی نجات اور جنت کی مستحق قرار پائی جانے کے لائق ہے، اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی بعض آیات کا ترجمہ بھی توڑ موڑ کرپیش کیا جاتا ہے،اورآیت کے پورے پس منظر سے نظر ہٹا کراپنے مدعیٰ کوثابت کرنے کی جسارت کی جاتی ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف فرمادیا ہے کہ ’’اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الْاِسْلَامُ ‘‘یعنی قابلِ قبول دین توبس اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے‘‘

اس کے علاوہ کوئی اور مذہب حضور ﷺ کی رسالت بعد قابلِ اعتبار نہیں۔

مسلمانوں کوہوشیار ہوجانا چاہئے، یہ کافروں کا پیش کردہ میٹھا زہر ہے،جس کا مقصد مسلمانوں کو یہودیت وعیسائیت کی حقانیت تسلیم کرانا اور مسلمانوں کواپنے مذہب کے قریب کرنا ہے، بھلاوہ چیز کیسے حق ہوسکتی ہے،جس کے غلط ہونے کی باربار قرآن مجید میں صراحت ووضاحت کردی گئی ہے اوراللہ تعالیٰ نے باربار اس کے باطل ہونے کی دلائل کے ساتھ نشاندہی فرمادی ہے ،حضور ﷺ کے بعد یہودیت وعیسائیت پرقائم رہنے والے ہرگز جنت کے مستحق اوراہل نہیں،حضور ﷺ کی رسالت کے اعلان کے بعد کسی دوسرے مذہب کی پیروی کرنا کسی بھی فردِ بشر کے لئے جائزنہیں رہا، بلکہ ہر بشر کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت پرایمان لائے اوراسلام کے علاوہ تمام مذاہب کوباطل سمجھے۔

مسلمانوں کواپنے قریب کرنے اور مسلمانوں کے اندر اپنی مذہبی روایات کوداخل کرنے اور یہودیت

وعیسائیت کی نفرت دلوں سے نکالنے کا ایک طریقہ مسلمان مَردوں کے نکاحوں میں یہود وعیسائی مذہب کی خواتین کے داخل ہونے کا بھی ہے، مسلمان نوجوان اور خاص طور پر انگریزی تعلیم یافتہ اور چار پیسے رکھنے والے نوجوانوں کا اہلِ کتاب لڑکیوں سے نکاح کرنے میں روز بروز رجحان بڑھ رہا ہے، بعض عرب ممالک میں تو حالت بہت ناگفتہ بہ ہے، وہاں کے بعض ملکوں میں مسلم خواتین کو چھوڑ کر نام نہاد اہلِ کتاب لڑکیوں سے نکاح کو اتنی ترجیح دی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے مسلم خواتین کی عمریں ضائع ہورہی ہیں اوران کو نکاح کے لئے مسلمان جوڑے میسر نہیں، ظاہر ہے کہ اس کے نتائج دنیا وآخرت کے اعتبار سے بہت تباہ کن ہیں۔

جو عورتیں نام نہاد اور صرف ظاہری اور سطحی اعتبار سے اہلِ کتاب ''یہودی، یا عیسائی'' ہوں اور حقیقت میں وہ دہری یا کیمونسٹ ہوں کہ نہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی قائل ہوں، نہ رسولوں کے حق ہونے پر ایمان رکھتی ہوں اور نہ آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں، وہ اہلِ کتاب میں داخل نہیں، خواہ ان کے نام یہود ونصاریٰ کے ناموں کی طرح ہوں اور خواہ سرکاری مردم شماری میں ان کا نام یہود ونصاریٰ کی فہرست میں لکھا ہوا ہو، ان کا حکم غیر اہلِ کتاب کا فرعورتوں کی طرح ہے کہ نہ ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اور نہ ان سے مسلمان کا نکاح کسی طرح درست اور معتبر ہے، اِن سے نکاح کرنا دراصل ساری زندگی اپنے آپ کو حرام کاری میں مبتلا کرنا ہے، ایسے شخص پر کسی بھی وقت دنیا میں مصیبت اور وبال نازل ہوسکتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے علیحدہ ہے۔

آجکل کے اہلِ کتاب زیادہ تر اِسی نوعیت کے ہیں کہ وہ صرف رسمی اور برائے نام اہلِ کتاب ہیں، لیکن حقیقت میں وہ دہریے اور مادہ پرست ہیں، انکے اندر اہلِ کتاب والی کوئی بنیادی بات نہیں پائی جاتی، چنانچہ کائنات کے پیدا کرنے والے پر بھی ان کا ایمان نہیں ہوتا اور آسمانی مذہب رکھنے والوں کا یہ لوگ مذاق اُڑاتے ہیں اور اسے ایک کھیل تماشہ تصور کرتے ہیں (کذا فی فقہی مقالات ج۴ ص۲۴۱)

اور جو عورتیں حقیقی معنی میں اہلِ کتاب ہوں اُن سے مسلمان مرد کا نکاح اگر کیا جائے تو منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے بلاوجہ اور خواہ مخواہ نکاح کیا جایا کرے، بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی مجبوری کی صورت میں اگر اہلِ کتاب عورت سے مسلمان مَرد کو نکاح کی ضرورت پڑ جائے تو بعض شرائط کے ساتھ اس کی اجازت ہے اور گناہ نہیں، اور وہ شرائط ایسی ہیں کہ آج کل عام مسلمانوں کے لئے ان پر عمل درآمد کرنا

آسان کام نہیں، مثلاً یہ کہ اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں مسلم خواتین کے حقوق فوت نہ ہوتے ہوں اور یہ کہ اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کرنا مسلمان کے اپنے ایمان وعمل میں بگاڑ کا سبب نہ بنے، اور یہ کہ اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کے اہلِ کتاب ہونے کا خطرہ نہ ہو، نیز یہ کہ کافر عورتوں کی مسلمان ملکوں اور گھرانوں میں کافروں کے لئے جاسوسی کی راہ ہموار نہ ہوتی ہو (والتفصیل فی حیلہ ناجزہ ومسلمانوں کا عروج وزوال) اور جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا کہ آجکل ان شرائط کی رعایت مشکل ہے، ظاہر ہے کہ ایک طرف تو مسلمان لڑکیاں گھروں میں جوان بیٹھی ہوں اور ان کی عمریں ختم ہونے لگ رہی ہوں، دوسری طرف مسلمان ان مسلم خواتین کو چھوڑ کر اہل کتاب عورتوں سے نکاح کریں، اس میں مسلمان خواتین کی حق تلفی ہے، جو کہ جائز نہیں، اسی طرح یہ بھی مشاہدہ ہے کہ آج عام طور پر مسلمانوں کے ایمان اتنے کمزور ہیں کہ اہلِ کتاب خاتون کی صحبت میں رہ کر ایمان کی حفاظت کرنا کوئی آسان کام نہیں اور عموماً اس طرح نکاح کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس کے مسلمان والد کے تابع رہنے اور اس کی اسلامی تربیت کا بھی آج کل کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا، عموماً بچے اپنی والدہ کے زیر اثر تربیت پاتے ہیں، عالمی سطح پر بھی ان بچوں کے اسلام کے تحفظ کا کوئی قانون موجود نہیں اور بہت سے غیر اسلامی ملکوں میں یہ قانون ہے کہ زوجین میں علیٰحدگی کی صورت میں اولاد ماں کے تابع شمار ہوتی ہے ان عورتوں کے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے واقعات تو کثرت سے ہیں، تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثر حکومتوں کے زوال کا اہم سبب بھی مسلمان بادشاہوں اور شہزادوں کے نکاحوں میں غیر مسلم خواتین کا آجانا ہی بنا ہے، لہٰذا بلا سخت ضرورت کے عام حالات میں اصل اہل کتاب عورت سے مسلمان کا نکاح خرابیوں اور مفاسد سے خالی نہیں یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون ہونے کے باوجود اپنی خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کرنے پر سخت تنبیہ فرمایا کرتے تھے اور آج کے دور کے فتنے اُس دور کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں نیز خلفائے راشدین کا قول اور عمل بھی شرعی حجت ہے۔ بعض لوگ اہل کتاب عورت سے نکاح کرنے سے پہلے کلمہ وغیرہ پڑھوا کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اب تو اسلام قبول کرا لینے کے بعد مسلمان خاتون سے نکاح کیا ہے، حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اگر یہ مرد اس عورت سے نکاح نہ کرے تو پھر اس عورت کو اسلام قبول کرنے کی کوئی فکر اور ضرورت نہیں ہوتی، ایسے اسلام کے بارے میں کہ جس کا دارومدار اللہ اور اس کے رسول کے بجائے کسی انسانی شخصیت پر ہو، مثبت رائے قائم کرنا بھی مشکل ہے۔

بسلسلہ : آداب المعاشرت

مفتی محمد رضوان

سلام کے آداب (قسط۲)

✪ ''السلام علیکم'' کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہئے، تاہم افضل یہ ہے کہ سلام کا جواب اس سے بہتر طریقہ پر دیا جائے، چنانچہ اگر سلام کرنے والے نے مثلاً ''السلام علیکم'' کہا تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' کہے اور اگر سلام کرنے والے نے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہا تو جواب دینے والا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہے، لیکن اگر کسی نے پہلے ہی سلام کرتے وقت یہ تینوں کلمات کہہ دیئے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہہ دیا تو جواب دینے والے کو بھی یہی تین کلمات، یعنی ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنے پر اکتفا کرنا چاہئے، کیونکہ سلام کرنے اور جواب دینے والے کو ان تین کلمات پر زیادتی کرنا سنت کے خلاف ہے (معارف القرآن ج ۲) ✪ بعض لوگ ان کلمات کے بعد ومغفرتہٗ، یا دوزخہٗ حرام وجنۃٗ واجب وغیرہ جیسے کلمات کا اضافہ کرتے ہیں، یہ سنت کے خلاف ہے ✪ جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے، اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے (معارف القرآن) اور عرف میں جس چیز کو رخصت نہیں کہتے مثلاً کمرے سے کسی ضرورت کے لئے باہر نکلنا وہاں سلام کی ضرورت نہ ہوگی ✪ قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصت ہونے والے کو سلام کرنے میں ابتدا کرنی چاہئے ✪ اگر ملاقات کچھ دیر بعد ہو تب بھی سلام کرنا افضل ہے، لیکن جس کا کسی جگہ بار بار آنا اور داخل ہونا ہوتا ہو، جیسا کہ خادم کمرے میں بار بار آتا ہو تو ایسی صورت میں ہر مرتبہ سلام کرنے میں حرج ہے، اس لئے ایسے موقع پر بار بار سلام کرنے کی ضرورت نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۸) ✪ گھر میں داخل ہو کر پہلے سلام کرنا چاہئے، اس کے بعد بات چیت (شامی) ✪ جس گھر، مکان، دوکان یا مسجد وغیرہ میں کوئی موجود نہ ہو اس میں داخل ہو کر اس طرح سلام کرنا چاہئے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ'' ایسے شخص کے سلام کا جواب وہاں موجود فرشتے دیتے ہیں (شامی) اور گزشتہ الفاظ کے ساتھ یہ الفاظ بھی اضافہ کرلے تو بہت اچھا ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' (الاذکار للنووی) ✪ مسجد میں داخل ہو کر جبکہ کچھ لوگ ذکر، تلاوت، نماز وغیرہ میں مصروف ہوں، بلند آواز سے سلام کرکے سب کو خلل ڈالنا منع ہے، ایسی صورت میں کوئی فارغ شخص ہو تو آہستہ سے اسے سلام کرنے پر اکتفا کرنا چاہئے ✪ اور جب مسجد میں

داخل ہو کر کسی ایک فرد کو سلام کر لیا تو پھر دوبارہ بآوازِ بلند سلام کرنے یا فرداً فرداً ہر ایک کو سلام کرنے کی ضرورت نہیں ✪ جو شخص کھلے فسق یعنی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو، اُسے سلام نہیں کرنا چاہیئے، لیکن اگر کسی فاسق سے جان پہچان اور تعارف ہو تو اس کو سلام کرنا جائز ہے، تاکہ دینداروں سے نفرت اور سلام نہ کرنے کی وجہ سے تکبر کا گمان نہ ہو، البتہ اگر کوئی فاسق سلام کرے تو جواب دینا بہرحال ضروری ہے (احسن الفتاویٰ) ✪ اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا منع ہے، البتہ اگر کسی نامحرم نے سلام کر دیا تو اس کا جواب دل ہی دل میں بغیر آواز کے دے دینا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی ضرورت سے نامحرم سے بات کرنے کی نوبت آئے تو ایسی صورت میں آواز کے ساتھ سلام کرنا اور سلام کا جواب دے دینا جائز ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸) ✪ اس اصول کے پیشِ نظر اگر کسی ضرورت سے کہیں فون کیا اور نامحرم نے فون اٹھایا تو سلام کرنے کی گنجائش ہے اسی طرح نامحرم نے کسی ضرورت سے فون کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا بھی جائز ہے اور کیونکہ سلام کی ابتدا آنے والے کو کرنے کا حکم ہے اور فون کرنے والا آنے والے کا حکم رکھتا ہے لہٰذا فون کرنے والے کو سلام میں ابتداء کرنی چاہیئے اور فون سننے والے کو جواب دینا چاہیئے، لیکن اگر فون کرنے والا سلام نہ کرے تو سننے والے کو سلام کر لینا چاہیئے ✪ سلام کی ریکارڈ شدہ آواز کے سننے سے جواب دینا واجب نہیں، آج کل عام طور پر ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ اور کمپیوٹرائز آلات (مثلاً مختلف گھنٹیوں، ٹیلی فون لائنوں) وغیرہ میں پہلے سے سلام کی آواز کو محفوظ اور فیڈ کیا ہوتا ہے، اس قسم کے سلام کا جواب واجب نہیں ✪ وعظ، تقریر، خطبہ اور کسی عام اعلان وغیرہ کے موقعہ پر سلام کرنا سنت نہیں، اسی وجہ سے ریڈیو کے سلام کا جواب دینا بہت سے حضرات کے نزدیک واجب نہیں (احسن الفتاویٰ ج ۸) البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر بولنے والے کی آواز اصل ہو ریکارڈ شدہ وغیرہ نہ ہو تو احتیاطاً جواب دے دینا چاہیئے (آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۲۱) ✪ سلام کے وقت پیشانی پر ہاتھ رکھنا ہندوانی طریقہ اور سجدہ کے مشابہ ہے، اس سے بچنا چاہیئے (احسن الفتاویٰ ج ۸) اسی طرح سلام کی بجائے سلوٹ مارنا اور آج کل کی مروجہ سلامی پیش کرنا یا تالیاں بجانا بھی غیروں کا طریقہ ہے ✪ سلام کے وقت بلا ضرورت ہاتھ اٹھانا یعنی ہاتھ سے اشارہ کرنا سنت کے خلاف ہے، البتہ اگر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت ہو مثلاً جس کو سلام کیا جائے یا جس کو سلام کا جواب دیا جائے اس کے دور ہونے یا کم سننے یا اس کے بہرا، گونگا وغیرہ ہونے کی وجہ سے اس تک آواز پہنچانا مشکل ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ سے سلام کا اشارہ

کر کے زبان سے بھی سلام کے الفاظ ادا کر لئے جائیں تو حرج نہیں (امداد المفتین ،امداد الفتاویٰ ،فتاویٰ محمودیہ ج ۵، فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰،الاذکار النووی) ✪ جو شخص زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً گونگا ہو، اس کا صرف اشارہ سے سلام کرنا اور جواب دینا کافی ہے، ایسے شخص کے اشارہ والے سلام کا جواب بھی واجب ہے، کیونکہ ایسے معذور شخص کا اشارہ الفاظ کے قائم مقام ہے،لیکن اگر کوئی شخص زبان سے سلام کے الفاظ ادا کرنے پر قادر ہے اور وہ زبان سے الفاظ ادا کئے بغیر صرف ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے سلام کرے ،یا سلام کا جواب دے تو اس کا سلام و جواب معتبر نہیں ،یعنی ایسے سلام کرنے سے سلام کی سنت ادا نہ ہوگی اور ایسے سلام کا جواب بھی واجب نہیں ہوگا (اذکار نووی واحسن الفتاویٰ بتغیر) ✪ خط کے سلام کا جواب بھی واجب ہے کیونکہ یہ الفاظ کے قائم مقام ہے،خواہ پڑھتے وقت ہی زبان سے دے دیا جائے یا خط کے جواب میں ''السلام علیکم'' یا ''وعلیکم السلام'' لکھ دیا جائے دونوں طرح جواب ادا ہو جاتا ہے،عام طور پر خط کے سلام کا جواب دینے میں سُستی اور غفلت اختیار کی جاتی ہے یعنی نہ تو زبان سے جواب دیا جاتا اور نہ ہی خط کے ذریعہ سے تحریری طور پر، جو کہ گناہ ہے،البتہ اگر خط میں سلام کی بجائے کوئی سنت کے خلاف جملہ لکھا ہوا ہو مثلاً آداب وغیرہ تو اس کا جواب واجب نہیں اور سلام کی بجائے اس قسم کے کلمات لکھنا بھی صحیح نہیں ،البتہ اگر سنت کے مطابق سلام لکھنے کے بعد اس قسم کا لفظ لکھا جائے تو حرج نہیں (آداب المعاشرت) ✪ اگر کسی خاص شخص کا زبان سے نام لے کر سلام کیا مثلاً یہ کہا ''السلام علیکم اے زید'' تو اس سلام کا جواب دینا بھی متعین طور پر زید ہی کے ذمہ ہوگا،کسی اور کے جواب دینے سے زید بری الذمہ نہ ہوگا ،لیکن اگر زبان سے کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا مگر اشارہ کسی خاص شخص کی طرف کیا یعنی اپنے انداز اور اپنی نیت میں کسی خاص شخص کو مخاطب بنا کر سلام کیا تو وہاں موجود دوسرے شخص کا جواب دینا بھی کافی ہوگا ،لیکن اگر نام لئے بغیر کسی خاص افراد کی جماعت کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا،تو جواب بھی اسی جماعت کے ذمہ ہوگا اور کسی دوسری جماعت کے افراد کا جواب دینا کافی نہ ہوگا (شامی) ✪ ایک جماعت کے تمام افراد کا سلام کرنا اور دوسری جماعت کے تمام افراد کا جواب دینا افضل ہے،تاہم جماعت میں سے کسی ایک فرد کے سلام کرنے اور دوسری جماعت کے کسی ایک فرد کے جواب دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ✪ اگر کسی نے دوسرے کو سلام کہنے کو کہا یعنی کسی کی طرف سلام بھجوایا تو اگر درمیان والے شخص نے سلام پہنچانے کا وعدہ کر لیا تو سلام پہنچانا واجب ہے اور وعدہ نہ کیا ہو تو واجب نہیں ✪ اگر کسی نے دوسرے کا سلام

Iqra Ghufran

پہنچایا تو جواب میں یہ الفاظ کہنا چاہئیں ''وَعَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ'' (اذکار النووی) اگر سلام کہلوانے والے زیادہ افراد ہوں تو ''وَعَلَیْکَ وَعَلَیْہِمُ السَّلَامُ'' کہنا چاہئے ✪ اگر دو افراد نے ملاقات کے وقت اتفاق سے ایک ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ایک دوسرے کو سلام کہہ دیا تو بعض حضرات کے نزدیک دونوں کو سلام کا جواب دینا چاہئے ،اور بعض حضرات کے نزدیک یہی سلام کرنا جواب کے قائم مقام بھی ہو جائے گا اور الگ سے جواب کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جو الفاظ ادا کئے گئے وہ بھی جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں (وھوالصواب،اذکار النووی) ✪ جس مجمع میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے لوگ موجود ہوں وہاں سلام کرنے میں مسلمان کی نیت کرنی چاہئے (آداب المعاشرت)

نیوتہ اور نندرہ

شادی بیاہ کے موقع پر آج کل جو رقم دی جاتی ہے بعض علاقوں میں اسے نندرہ اور بعض علاقوں میں نیوتہ کہا جاتا ہے ۔ یہ رقم لیتے دیتے وقت عموماً واپسی کی نیت ہوتی ہے ،اور اسی وجہ سے اس کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ متعلقہ شخص کو شادی بیاہ کے موقع پر کم از کم اتنی رقم واپس کردی جائے ۔اور اس رقم کے لین دین کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے پاس انتظام نہ ہو تو وہ کسی نہ کسی طرح قرض لے کر یا مانگ کر اس کا انتظام کرتا ہے ۔اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس رقم کی ادائیگی کے بغیر جہلائے زمانہ شادی ، بیاہ کے کھانے کو بھی جائز اور حلال نہیں سمجھتا، بعض جہلا میں تو اس کا رواج اس حد تک آگے بڑھا ہوا ہے کہ عین کھانے پینے کی تقریب کے وقت جب لوگوں کے سامنے کھانا پینا پیش کردیا جاتا ہے اور لوگ کھانے کے سامنے بالکل تیار بیٹھے ہوتے ہیں خاص اس وقت میں ایک ایک کر کے سب سے رقم لی جاتی ہے اور پھر رقم لینے والا متعلقہ شخص پکار پکار کر پورے مجمع کو سناتا ہے کہ فلاں ولد فلاں کی طرف سے اتنی رقم موصول ہوگئی ہے اور اس رسم کی ادائیگی کے بعد ہی کھانے کو ہاتھ لگایا جاتا ہے اور عموماً پرانے زمانے کی لی ہوئی رقم کو معیار بنا کر ہی رقم دی جاتی ہے چنانچہ اب تک ۲۱ روپئے تک نیوتہ اور نندرہ میں بعض برادریوں میں لیتے دیتے ہوئے دیکھے گئے ہیں، یادرکھئے کہ مروجہ طریقہ پر یعنی واپسی کی نیت سے نیوتہ یا نیندرہ کے نام سے لین دین کرنے کی رسم خلافِ شرع اور کئی قسم کے گناہوں کا مجموعہ اور قابل ترک ہے۔

Idara Ghufran

مقالات و مضامین محمد ابولقمان

کُتّوں کا شوق

جولوگ مغربی دنیا کی اقتداء میں نیت باندھ کر کھڑے ہو چکے ہیں اور برابر آگے بڑھنے کے لئے فکرمند ہیں کہ کسی طرح سے پہلی صف میں کھڑے ہو کر مغرب کی اقتداء کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے وہ ہر میدان اور ہر شعبہ میں اس کے لئے رات و دن کوشاں ہیں ،مغرب کی اقتداء،اس کی نقالی اور تقلید کی ایک مثال آپ کو اپنے معاشرے میں کتوں کے شوق کی صورت میں نظر آئے گی ،مغربی دنیا کو تو پہلے ہی سے کتوں کی نسل سے خاص انسیت اور لگاؤ تھا، کیونکہ مغربی دنیا کے نزدیک انسانی اور حیوانی زندگی میں کوئی خاص اور امتیازی فرق نہیں کیا جاتا،اس کے نزدیک انسان اور جانور اس اعتبار سے برابر ہیں کہ دونوں کا مقصود من چاہی اور من مانی زندگی گزارنا، کھانا، پینا اور مادر پدر آزاد طریقہ پر اپنی خواہشات اور تقاضوں کو پورا کر کے دنیا سے رخصت ہو جانا ہے اور بس !اسی وجہ سے مغربی دنیا میں بہت سی بہیمانہ خصلتیں انسانوں میں داخل ہو چکی ہیں اور ان کی وجہ سے وہاں آئے دن کوئی نہ کوئی انسانیت سوز فتنہ اور مسئلہ کھڑا نظر آتا ہے مغربی دنیا کی اقتداء کے نتیجہ میں ہمارے ملک میں بھی ایک بڑے طبقہ میں کتوں کی نسل سے خاص انسیت اور لگاؤ پایا جاتا ہے ، بہت سے لوگوں کا کتوں کو اپنے ساتھ لٹانا، بٹھانا ،سُلانا ،کھلانا ، پلانا ،نہلانا دھلانا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھنا ایک مشغلہ بن گیا ہے ۔بعض اوقات گاڑی چلاتے ہوئے شخص کی گود میں یا ساتھ والی انسانوں کی نشست پر بیٹھے ہوئے کتے میں یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا یہ کسی انسان کا بچہ ہے یا جانور۔گویا کہ حضرتِ اشرف المخلوقات ''انسان'' اور کتے کے درمیان غیر امتیازی سلوک کی وجہ سے بعض اوقات دونوں میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، کتوں کے شوق کا ہی یہ عالم ہے کہ کئی مقامات پر کتوں کی نمائشیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں مختلف نسلوں کے مہنگے اور سستے کتے پسند کرنے کو ملتے ہیں ،مغربی دنیا نے کتے کے اتنے فوائد لوگوں کو پڑھا دیئے ہیں کہ اب مغرب کے دلدادہ لوگوں کو کتوں کے بارے میں کسی برے پہلو کا تصور کرنا بھی دشوار ہے۔

لیکن یاد رکھئے کہ اسلام میں کتوں کے ساتھ مغربی دنیا جیسے طرزِ عمل کی ہرگز بھی اجازت نہیں، بہت سی صحیح احادیث میں واضح طور پر کتوں سے نفرت دلائی گئی ہے، اور اس جانور کو اپنے ساتھ رکھنے اور بغیر کسی خاص

ضرورت کے پالنے کی برائی بیان کی گئی ہے، یہاں تک کہ عام حالات میں اس کی خرید وفروخت کو بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس کی رقم کے استعمال کو بھی ناجائز ٹھہرایا ہے۔

جاہلیت کے زمانے میں عرب کے لوگ اپنی خاص تمدنی زندگی کی وجہ سے کتوں سے غیر معمولی محبت و انسیت رکھتے تھے، اور کتوں کو کوئی قابلِ نفرت چیز نہیں سمجھتے تھے، مگر اسلام نے آکر کتوں سے اتنی سخت نفرت دلائی کہ شروع شروع میں جہاں کتے نظر آئیں فوراً انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا اور کتے کی ناپاکی کو بھی دوسری ناپاکیوں سے زیادہ شدید بتلایا گیا۔

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس کے بارے میں ایسی شدید برائی بیان کی گئی کہ اس مقام پر رحمت کے فرشتے بھی داخل نہیں ہوتے (بخاری و مسلم)

حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے اُم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نہایت غمگین اور افسُردہ تھے اور فرما رہے تھے کہ مُجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ملاقات کرنے اور تشریف لانے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ مقررہ وقت پر تشریف نہیں لائے (معلوم نہیں، اس کی کیا وجہ ہے) جبکہ انہوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی پھر یکایک آپ ﷺ کی نظر کتے کے پلے پر پڑی جو آپ کے تخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، اس کو وہاں سے اٹھوایا گیا پھر اس جگہ کو صاف کر کے آپ ﷺ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے وہاں پانی چھڑکا، اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، حضور ﷺ نے مقررہ وقت پر آپ کے تشریف نہ لانے کی شکایت فرمائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، ہاں ہم نے وعدہ تو کیا تھا مگر ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو اور آپ کے گھر میں اُس وقت کتا موجود تھا، اس لئے مقررہ وقت پر حاضری میں کوتاہی ہوئی (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

غور فرمایئے کہ فرشتوں کو تو کتوں سے اتنی نفرت ہو کہ حضور ﷺ جیسی مقدس ہستی کے موجود ہوتے ہوئے وعدہ کرنے کے باوجود حاضر نہ ہوں اور آج مسلمان کتوں کو اپنی بغلوں میں دبائیں پھریں، ان سے لاڈ اور پیار کریں اور انہیں اپنے سینے سے لگائیں، اور ان کی چوما چاٹی کریں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کس قدر کتوں کے ساتھ لگاؤ پایا جاتا تھا، مگر اللہ کے پیارے نبی نے اس سے بار بار نفرت دلائی تھی، اور آج کلمہ طیبہ کی دولت حاصل کرنے کے باوجود بھی مسلمان اسی چیز کو اپنائیں۔

بعض مسلمان مغرب کی ذہنیت سے متاثر ہو کر اور ان کی تعلیم و تبلیغ کے ڈھنڈورے سن کر اپنی زبان سے ان

کی بولی بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب کتا بھی انسانوں کی طرح مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس میں کون سا عیب ہے؟ اور یہ کہ کتا بڑا وفادار جانور اور بڑی خوبیوں اور صفات والا مالک ہوتا ہے۔ اس سے نفرت کے کیا معنٰی ؟ وغیرہ وغیرہ۔ سب سے پہلے تو ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی تاویلات کے موقعہ پر یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کتے کو اللہ تعالیٰ نے نجس اور حرام جانور بنایا ہے اور ہر چیز کو پیدا کرنے اور وجود عطا فرمانے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، لہٰذا اسے ہی یہ حق بھی حاصل ہے کہ جسے چاہے حلال اور پاک قرار دے اور جسے چاہے حرام اور ناپاک، کسی کو کیا مجال ہے کہ اس کی مخلوق کے بارے میں اعتراض کرے۔ اس کے بعد یہ سوال کرنا کہ کتا بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اعتراض کرے کہ صاحب انسان انسان کیوں ہے؟ بندر بندر کیوں ہے؟ خنزیر خنزیر کیوں ہے؟ کتا کتا کیوں ہے؟ اور بلی بلی کیوں ہے؟ جبکہ ان سب چیزوں کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ انسان کا انسان ہونا، بندر کا بندر ہونا، خنزیر کا خنزیر ہونا، اور کتے کا کتا اور بلی کا بلی ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں بلکہ اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ پیدا کرنے والی ذات نے ہر چیز کو پیدا ہی اس طرح کیا ہے اس لئے وہ ایسی ہے۔

کتے کے منہ کا لعاب گندہ اور ناپاک ہے، یہ انسان کے بدن یا کپڑے سے لگ جائے تو وہ ناپاک اور پلید ہو جاتا ہے اور بغیر پاک کئے نماز بھی غارت ہو جاتی ہے، اور کتے کی عادت ہوتی ہے کہ انسانوں اور مختلف چیزوں کو ضرور منہ لگاتا ہے، اس لئے جس نے کتا پالا ہو، اُس کے قرب وجوار میں چیزوں کا پاک رہنا ازبس مشکل ہے۔ پھر کتے کے لعاب میں ایک خاص قسم کا زہر ہے جو انسانی جان کے لئے بہت مہلک ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے برتن کو جس میں کتا منہ ڈال دے سات مرتبہ دھونے اور ایک مرتبہ مٹی (صابن وغیرہ) سے مانجنے کا حکم دیا ہے (بخاری ومسلم) اس سے کتے کی نجاست وغلاظت اور اس کے زہر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اگر خدانخواستہ کتا کسی کو کاٹ لے تو اس کا زہر پورے بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور کسی وقت بھی بھڑک اُبھر کر جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے، ماہرین بھی کتے کے زہریلے جراثیم کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کے کاٹنے پر پیٹ میں کئی کئی ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔

کتے کے مزاج میں گندگی بھی بہت زیادہ ہے، گندگی اور مُردارخوری اس کی خاص غذا ہے ''خنزیر کی بے حیائی اور کتے کی نجاست خوری'' ضربُ المثل ہے، اس جانور میں حرص وطمع کا مادہ بھی زیادہ پایا جاتا ہے

اورسب سے بڑی بات یہ ہے کہ کتے میں اپنی قوم کی وفاداری نہیں ہے اوراسی وجہ سے ایک کتادوسرے کتے کو دیکھنااوراپنے قریب علاقہ سے گزرنا برداشت نہیں کرتا،فوراًاس کو بھونکنااورکاٹ کھانا شروع کردیتا ہے یہاں تک کہ کسی چھوٹے کتے کے بچے یعنی پلے کو بھی برداشت نہیں کرتا اوراس کمزور بچے کی مارمار کرگت بنادیتا ہے،پھر جولوگ شوقیہ کتا پالتے ہیں،ان میں کتے کے اخلاق واوصاف بھی کسی نہ کسی درجہ میں ضرور منتقل ہوتے ہیں چنانچہ انسانوں سے ہمدردی نہیں رہتی ،حرام اور حلال کی پرواہ نہیں رہتی اورمزاج میں حرص اورطمع پیدا ہو جاتی ہے،غرضیکہ کتے کے اوصاف غیر شعوری طور پراس کے ساتھ رہنے والوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں تو ظاہری مصلحتوں اور حکمتوں کے درجہ میں ہیں،ورنہ ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی حکمت ومصلحت یہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول نے اس جانور سے تعلقات رکھنے اوراس کو شوقیہ پالنے سے منع فرمادیا اوراس سے علیٰحدگی کا حکم دے دیا ہے،مسلمان کے لئے اللہ اوررسول کے حکم سے بڑی دلیل اور مصلحت کوئی اورنہیں ہوسکتی۔

بچوں کی نگرانی

چھوٹے بچوں کی نگرانی بہت ضروری ہے،بچوں کو کم عمری اورناسمجھی کے باعث بھلے بُرے اورکھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہوتی اس وجہ سے وہ اپنی ناسمجھی کے باعث بعض ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جوساری عمر کے لئے نقصان دہ ثابت ہوجاتی ہیں،یا ہمیشہ کے لئے بچے کے معذور ہوجانے یا پھر جان کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتی ہیں،بعض لوگوں کے ناسمجھ بچے گلی،محلوں میں بے یارومددگار گھوم پھررہے ہوتے ہیں اوراچانک کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے،ہمارے ادارہ غفران کے قریب ایک چھوٹا بچہ مؤرخہ ۱۰ربیع الاول یکم مئی بروز ہفتہ بعدعصر تیسری منزل پر گرل سے گیند حاصل کرنے کی غرض سے گلی میں گرتے ہی فوراً فوت ہوگیا،اورگھر والوں کو خبر بھی نہ ہوئی،اس قسم کے بے شمار واقعات وقتاً فوقتاً سننے کو ملتے رہتے ہیں،پھر بعد میں اپنی کوتاہی اور بے توجہی پر ندامت اوراحساس ہوتا ہے لیکن اگر پہلے سے ہی اس قسم کے معاملات پر نظر رکھ لی جائے تو شاید بعد میں ندامت کی نوبت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ غفلت سے حفاظت فرمائیں۔اوراپنے بچوں کی نگرانی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین عبدالسلام

بداخلاقی وبدمزاجی

ہمارے معاشرے میں جو گناہ بہت زیادہ پھیل گئے ہیں اورانہوں نے معاشرے کے بڑے حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ان میں سے ایک بڑا گناہ بداخلاقی یا بدمزاجی بھی ہے معاشرے میں جہاں بھی نظر ڈالی جاتی ہے ہر طرف لڑائی جھگڑے نظر آتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنے کا معمول بن گیا ہے، ہماری شاید ہی کوئی نشست لڑائی جھگڑوں شکوے شکایات سے خالی ہوتی ہو، ہر طبقہ کے افراد اس میں مبتلا ہیں ایک دوسرے پر الزام تراشی غلط باتیں منسوب کرنا ہماری قوم کا مزاج بن چکا ہے ہمارے اخبارات ، رسائل ، جرائد کتابیں ان خرابیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں ،اولاد اور والدین کے تعلقات میں بگاڑ ہے ایک دوسرے کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ہر ایک دوسرے سے تنگ اور ایک دوسرے کو ذلیل وخوار کرنے کے درپے ہے، آپس کے معاملات اس قدر بگڑ چکے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، لوگوں کے اندر سے صبر وتحمل کا مادہ نکلتا جارہا ہے برداشت ختم ہوتی جارہی ہے تھوڑی سی بات سننے کی ہمت نہیں ہے، اس کی ایک مثال ٹریفک کی شکل میں ہمارے سامنے ہے ذراسی بات یا غلطی ہوئی نہیں کہ فوراً لڑائی شروع ہوجاتی ہے اور سڑک پر پیچھے گاڑیوں کی لمبی قطار لگ جاتی ہے اس طرح نہ جانے کتنے لوگوں کے ضروری کاموں میں تاخیر ہوجاتی ہے اور کتنے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، ہر شخص دوسرے سے جلدی پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور اس میں بہت سی دفعہ قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور کئی مرتبہ حادثات بھی جلد بازی کی وجہ سے رونما ہوجاتے ہیں، بلوں کی ادائیگی کے لئے قطار بنائی جاتی ہے اس میں بھی جلد بازی اور بے عنوانی کی جاتی ہے لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہیں اسلام نے ہر ایک کے حقوق بیان کئے ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو معاشرے میں ہر ایک کو سکون اور اطمینان نصیب ہوگا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (سورہ قلم آیت ۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ کاملہ میں غور کرنے کی ہدایت فرمائی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلقِ عظیم سے مراد دینِ عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دین اسلام سے زیادہ کوئی محبوب دین نہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن ہی ہے یعنی قرآن مجید جن اعمال واخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو بدن پر ہلکی پھلکی ہیں لیکن قیامت کے دن ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا ان کے ذریعہ سے انسان کے درجات بلند ہونگے ان میں سے پہلی چیز لمبی خاموشی ہے اور دوسری چیز انسان کا خلق اچھا ہونا (بخاری ومسلم)

ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کوئی نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا حسنِ اخلاق اختیار کرو، وہ ادھر سے اٹھے دائیں طرف آئے پھر عرض کیا یا رسول اللہ کچھ نصیحت فرمایئے، آپ نے فرمایا حسنِ اخلاق اختیار کرو، وہ ادھر سے اٹھے بائیں طرف آئے پھر عرض کیا یا رسول اللہ کچھ نصیحت فرمایئے، آپ نے فرمایا حسن اخلاق اختیار کرو اور پھر اس کی تفسیر بھی فرمائی کہ حسنِ خلق یہ ہے کہ بلا وجہ غصہ نہ کیا کرو، ایک اور حدیث میں فرمایا گیا تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کا خلق اچھا ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اپنے حسن خلق کی بدولت اس شخص کا درجہ حاصل کرلیتا ہے جو ہمیشہ رات کو عبادت میں جاگتا اور دن بھر روزہ رکھتا ہے (ابوداؤد) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یمن کا عامل مقرر کر کے بھیجتے وقت آخری وصیت جو آپ ﷺ نے فرمائی جبکہ میں اپنا ایک پاؤں گھوڑے کے رکاب میں رکھ چکا تھا وہ یہ تھی ''**یَا مَعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ**'' اے معاذ لوگوں سے حسن خلق کا برتاؤ کرو (مؤطا مالک)

ان تمام احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے حسنِ اخلاق کی کتنی تاکید فرمائی اور حضور ﷺ نے خود ساری زندگی اس پر عمل کیا ہر وقت ہر موقع پر اس کی رعایت کی جنگ کی حالت میں امن کی حالت میں آپ کا سلوک ہر صحابی کے ساتھ ایسا تھا کہ آپ پر جان دینے کے لئے ہر وقت تمام صحابہ تیار رہتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ مجھ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا وآخرت میں کامیابی حاصل کریں تو پھر ہمیں حسنِ خلق کو اختیار کرنا ہوگا اس سے ہم خود بھی راحت وسکون سے رہیں گے اور دوسرے بھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دنیا وآخرت کی کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین۔

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

اصلاح کے چار آسان طریقے

ہر انسان پر اپنی اصلاح کرنا، اپنے نفس کو بُرے اخلاق سے بچانا اور اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنا ضروری ہے، اور اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاوَقَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَا'' (سورہ شمس) ''یعنی کامیاب اور بامراد ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اور محروم ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا'' تزکیہ کے اصلی معنٰی باطنی پاکی کے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرلیا وہ کامیاب ٹھہرا۔

بزرگانِ دین نے اصلاح کے چار آسان طریقے تجویز فرمائے ہیں، جن کو اختیار کرنے سے انسان کو بہت جلد اپنی اصلاح کی توفیق اور اپنے عیبوں پر مطلع ہونے میں مدد ملتی ہے۔ وہ چار طریقے یہ ہیں:

(۱)......کوئی ایسا رہبر، رہنما اور مصلح تلاش کرے جو شریعت وطریقت یعنی ظاہر اور باطنِ شریعت کا جامع ہو، خود بھی شریعت کا پابند ہو اور دوسروں کی اصلاح کی صلاحیت اور فکر بھی رکھتا ہو، جس کو مرشد، شیخ اور پیر بھی کہتے ہیں۔ جب کامل رہبر مل جائے تو پھر اس کے سامنے اپنا کالا چٹھا رکھ کر اس کی پوری پوری اتباع کرے اور اپنے نفسانی و باطنی امراض کی اس سے اصلاح کرائے، اس کی تعلیمات وہدایات اور تجویز کئے ہوئے نسخوں پر بلا چون وچرا عمل کرے۔

(۲)......اصلاح کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مخلص دوستوں، اپنے ہمدرد ہمنواؤں اور بے لوث ہم جولیوں کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور وہ اس طرح کہ اپنی اصلاح اور اپنے عیبوں کی نشاندہی کے بارے میں انہیں اختیار دیدے، اور ان سے کہہ دے کہ جو عیب اور قابل اصلاح بات تمہیں میرے اندر نظر آیا کرے بلا جھجک اس سے آگاہ کر دیا کریں، پھر وقتاً فوقتاً ان سے اپنے عیبوں کے بارے میں پوچھتا بھی رہا کرے اور جب وہ کوئی قابلِ اصلاح بات بتلایا کریں اور کسی عیب کی نشاندھی کیا کریں تو ٹھنڈے دل کے ساتھ سنا کرے اور ساتھ ہی ان کا شکریہ بھی ادا کیا کرے، تاکہ وہ آئندہ بھی اس کا حوصلہ کریں۔ بزرگانِ دین میں اصلاح کا یہ طریقہ بھی رائج تھا، مگر جب سے مخلص اور نیک دوستوں کا قحط پڑنا شروع ہوا ہے اس وقت سے اصلاح کا یہ طریقہ بھی تقریباً ختم ہوگیا ہے، اور اب یہ عالم ہے کہ پیٹھ پیچھے تو برائیاں

اورعیب بیان کرتے پھرتے اورخوب کیڑے نکالتے ہیں مگر سامنے خاموش رہتے ہیں، بلکہ منہ پر میٹھے بنے رہتے اورتعریف کرتے ہیں، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے۔ یعنی جس طرح آئینہ اپنے سامنے والے کے چہرے کے عیبوں کی نشاندھی کردیتا ہے، اسی طرح مؤمن کو بھی عمل کرنا چاہئے، اس لئے دوست بھی مخلص، ہمدرد، متقی اور نیک صالح تلاش کرنا چاہئے۔

(۳)......اصلاح کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور وہ اس طرح کہ مخالفین اور دشمنوں کی طرف سے اپنے متعلق جو برائیاں اور جو الزامات سامنے آئیں، ان کا خوب غور وفکر اور سنجیدگی کے ساتھ اپنے اندر جائزہ لیا کرے، کہ ان میں کتنی حقیقت اور کتنی صداقت ہے، دشمن کی بات صرف اس وجہ سے نظر انداز کردینا کہ یہ تو دشمن کی ہے اور دشمن کو تو ہر چیز میں کیڑے ہی نظر آیا کرتے ہیں، یہ چیز انسان کی اصلاح میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے، دشمن کی طرف سے بہت جلد اور آسانی سے اپنے عیبوں کی نشاندھی کرائی جاسکتی ہے، کیونکہ دشمن بغیر کسی جھجک کے بہت جلد اُس کمزوری تک پہنچ جاتا ہے، جہاں ساری زندگی بھی خود اپنی اور اپنے دوستوں کی نظر نہیں پہنچتی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دشمن کے دل میں اپنے مخالف کی کوئی عقیدت، محبت وہمدردی نہیں ہوتی، لہٰذا اس کی نظر فوراً کمزوری اور عیب کی طرف جاتی ہے، اوراس کے برخلاف خود انسان اپنے بارے میں اوراسی طرح دوست دوست کے بارے میں غیر معمولی خوش فہمی میں مبتلا پایا جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں عیوب اور کمزوریاں دبی رہتی ہیں اوران کی طرف مدتوں تک بھی دھیان نہیں جاتا۔

(۴)......اپنی اصلاح کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں میں جو باتیں قابلِ اصلاح نظر آتی اور غلط محسوس ہوتی ہیں، خصوصاً اپنے دشمنوں میں جو عیب نظر آتے ہیں، ان کا اپنے اندر جائزہ لیا کرے، لہٰذا جب بھی کسی فرد میں کوئی بات بُری اور قابلِ اعتراض نظر آئے تو فوراً اپنے آپ کو ٹٹولے کہ کہیں میرے اندر تو یہ عیب نہیں ہے، اگراس کے نتیجہ میں اپنے اندر ایسی کوئی بات نظر آئے تو فوری طور پر اس کے تدارک اور تلافی کا اہتمام کرے، کیونکہ دوسرے انسان کا کوئی عیب اتنا نقصان دہ اور قابلِ اصلاح نہیں ہوا کرتا جتنا خود انسان کو اپنا عیب نقصان دہ اور قابلِ اصلاح ہوا کرتا ہے۔ اگران چار طریقوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا جائے تو بہت آسانی سے اصلاح کے مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ چار طریقے ایسے ہیں کہ ان سے ہر وقت انسان اپنی اصلاح اور آخرت کی نجات کا سامان کرسکتا ہے (ماخذ بتغیر کثیر ''دل کی دنیا'')

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

مفتی محمد رضوان

دونفسیاتی بیماریاں

(حبِّ مال وحبِّ جاہ اوران کا علاج)

حبِّ مال (یعنی مال کی محبت) اورحبِّ جاہ (یعنی منصب وعہدہ کی محبت) یہ دونوں دل کی ایسی بیماریاں ہیں جن کی وجہ سے انسان کی دنیوی اوراخروی زندگی اجاڑ اورویران ہوجاتی ہے۔

غورکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں اب تک جتنی بھی انسانیت سوزلڑائیاں اورجنگیں لڑی گئی ہیں اورجتنے فساد بھی برپا ہوئے ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر کوانہی دو بیماریوں نے جنم دیا تھا۔

حبِّ مال (مال کی محبت) کے جومہلک وتباہ کن نتائج نکلتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱)......کنجوسی اوربخل پیدا ہوتا ہے: جس کا ایک قومی وملّی نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ اس کی دولت قوم کوکوئی معتدبہ فائدہ نہیں پہنچاتی، اوردوسرا نقصان خوداس مال کی محبت کرنے والے کی اپنی ذات کوپہنچتا ہے کہ معاشرہ میں کوئی بھی ایسے شخص کواچھی نگاہ اورعزت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

(۲)......خودغرضی پیدا ہوتی ہے: جوپھر مال کی حرص وہوس پوری کرنے کے لئے چیزوں میں ملاوٹ، ناپ تول میں کمی، رشوت خوری، دھوکہ، فریب، دغابازی اورمکاری کے نت نئے حیلے سمجھاتی ہے، یہ شخص زیادہ سے زیادہ اپنی جیب اورتجوری بھرنے کے لئے دوسروں کا خون نچوڑ لینا چاہتا ہے اوراس سے پھر نتیجتاً سرمایہ داراورمزدوروں کے جھگڑے جنم لیتے ہیں۔

(۳)......بے چینی وبے سکونی پیدا ہوتی ہے: ایسے شخص کوکتنا ہی مال ودولت حاصل ہوجائے لیکن اس پر ہروقت مزید سے مزید مال کمانے اورجمع کرنے کی دُھن سوار ہوتی ہے کہ راحت وآرام اورتفریح کے وقت بھی اسے یہی بے چینی اندرہی اندر گھُن کی طرح کھائے جاتی ہے۔ اپنے سرمایہ میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کی طلب وجستجو اس کوکسی کروٹ سکون نہیں لینے دیتی، اوربالآخر جومال اس کی راحت وآرام کا ذریعہ بننے کا سبب تھا وہی اس کے لئے وبالِ جان بن جاتا ہے۔

(۴)......حق بات سے اعراض پیدا ہوتا ہے: ایسے شخص کے سامنے حق بات خواہ کتنی ہی روشن اورواضح ہوکرآئے، مگروہ ایسی کسی بات کوماننے اورتسلیم کرنے کے لئے آمادہ اورتیارنہیں ہوتا جواس کے

مال کی حرص وہوس کے مقابلہ میں آڑے آئے۔اور یہ تمام چیزیں بالآخر پورے معاشرہ کے چین وامن اورسکون کے برباد کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔اور اگر غور کیا جائے تو قریب قریب یہی حال حبِّ جاہ (یعنی منصب،عہدہ اور وجاہت کی محبت) کا نظر آئے گا،کہ اس کے نتیجہ میں تکبّر،خودغرضی،دوسروں کے حقوق کی پامالی یعنی حق تلفی،اقتدار کی ہوس کے لئے خون ریز لڑائیاں اوراس طرح کی دوسری بے شمار انسانیت سوز خرابیاں جنم لیتی ہیں،جو بالآخر دنیا کو دوزخ بنا کر چھوڑتی ہیں۔

دونوں بیماریوں کا علاج

قرآن مجید میں ان دونوں نفسیاتی بیماریوں کا جو علاج تجویز فرمایا ہے،وہ یہ ہے ''اِسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ''یعنی''مدد حاصل کرو،صبر اور نماز سے'' مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کی لذتوں اور شہوتوں پر قابو حاصل کرو،اسی کا نام صبر ہے،اس کے نتیجہ میں مال کی حرص وطمع اور محبت گھٹ جائے گی،کیونکہ مال کی محبت کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مال نفس کی لذتوں اور شہوتوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوا کرتا ہے،لہٰذا جب تم ہمت کر کے نفس کی ان لذتوں اور شہوتوں کی اندھا دُھند پیروی کرنا چھوڑ دو گے،تو شروع شروع میں اگرچہ نفس پر یہ بات بہت گراں اور بار گزرے گی،لیکن آہستہ آہستہ حالت اعتدال پر آجائے گی اور پھر یہ اعتدال تمہاری عادت بن جائے گی،تو پھر مال کی زیادتی اور فراوانی کی حرص وہوس نہ رہے گی اور مال کی محبت ایسا غلبہ اور تسلط حاصل نہیں کر سکے گی جو انسان کو نفع ونقصان سے اندھا کردے۔اور نماز کے ذریعہ سے جاہ کی محبت کم ہوجائے گی کیونکہ نماز میں ظاہری اور باطنی ہرطرح کی عاجزی اور پستی کا سامان موجود ہے،جب نماز کو صحیح صحیح طرح خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنے کی عادت ہوجائے گی تو دل میں ہر وقت اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور پستی کا تصور قائم رہے گا،بلکہ عاجزی،انکساری اور تواضع وپستی دل میں گھر کرلے گی اور جگہ بنالے گی،جس کے نتیجہ میں تکبر وغرور اور جاہ وجلال کی محبت گھٹ جائے گی۔

آج دنیا کو ان دو نفسیاتی بیماریوں نے تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے اور پوری انسانیت ان دونوں بیماریوں کی آگ میں بری طرح جُھلس رہی ہے،لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے،اگر انسانیت کو انسانیت سوز تباہیوں اور بربادیوں سے بچنا ہے تو اس کا واحد حل وہی ہے جو قرآن مجید نے تجویز کردیا ہے یعنی''صبر وصلوٰۃ''(ماخذہ معارف القرآن بتغیر کثیر ج ا ص ۲۲۰)

مقالات ومضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیح الامت (قسط۳)

(بنام حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو فائدۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (.................ادارہ)

مکتوب نمبر (۴) (مؤرخہ ۲۶ر شعبان ۱۴۰۹ھ)

⊠ **عرض:** مخدومی ومحترمی حضرت اقدس جناب مولانا دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
✍ **ارشاد:** مکرم زید مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ⊠ **عرض:** حضرت کا والا نامہ صادر ہوکر باعثِ طمانیتِ قلب اور ذریعۂ از دیادِ تقویتِ ایمان وترغیب تحصیل اعمالِ صالحہ ہوا ✍ **ارشاد:** یہ بحُسنِ عقیدت عظمتِ طریق کے دل میں ہونے کی دلیل ہے، مبارک ہو ⊠ **عرض:** جب فکرِ اصلاح کا کوئی محرک داعیہ قلب میں پیدا ہوتا ہے تو ترکِ معاصی اور ترک غفلت کا تقاضا بھی پیدا ہوجاتا ہے، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بیک وقت یہ اجتماعِ ضدین کیوں ہے ✍ **ارشاد:** یہ اجتماع داعیہ خیر ہر ایک کے لئے، یعنی حسنہ کے لئے تو رغبتاً اور سیئہ کے لئے نفرتاً ہے ⊠ **عرض:** حسنات وسیئات زندگی بھر دونوں کا صدور ایک مؤمن بندہ سے ہوتا رہتا ہے، توبہ، استغفار بھی کرتا رہتا ہے۔
✍ **ارشاد:** لیکن تقاضہ داعیۂ خیر غالب نہیں ہے، اس لئے لوامہ تک رہتا ہے، جب مراقبۂ احسان ذکر مرغوب خاطر ہوجاتا ہے تو مطمئنہ ہوکر اب طاعتاً گرویدِ خاطر ہوجاتا ہے ⊠ **عرض:** کیا یہ حالت سالک کے لئے قابلِ اطمینان ہے ✍ **ارشاد:** ہاں لوامہ کی قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ **لآاقسم بالنفس اللّوامه.** ⊠ **عرض:** مسجد میں بعد عصر حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات

سنانے کی توفیق ہوجاتی ہے، الحمدللہ ✍ **ارشـــاد:** بہت خوب ہے ✉ **عـــرض:** آپ دعا فرمائیں کہ جوکچھ میں سناؤں اور پڑھوں اس پر اللہ تعالیٰ مجھے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ✍ **ارشـــاد:** آمین، سامعین کوبھی ✉ **عـــرض:** حضرت سے درخواست ہے کہ میری بیٹی کے لئے خاص طور سے دعا کردیں، جوکہ بیمار ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے روزے سہل کردیں اور مکمل کرادیں۔اس کی صحت کے لئے بھی دعا کردیں ✍ **ارشـــــاد:** اللہ تعالیٰ بے چاری کو اچھی صحت بقوت باسکون عطافرمائیں اور روزے بسہولت باطمینان اتمام کے ساتھ نوازیں ✉ **عـرض:** احقر کی اہلیہ کی صحت کے لئے بھی دعا کردیں ✍ **ارشاد:** اچھی صحت باسکون سے اللہ تعالیٰ نوازیں ✉ **عرض:** ماہِ رمضان المبارک کی مقبول ساعتوں میں اگر یاد رہے تو احقر اور اہل خانہ بلکہ میرے اہل خاندان کے لئے حسن خاتمہ اور مغفرت کی دعا کردیں۔جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً ✍ **ارشـاد:** اللہ تعالیٰ ان خیرتمناؤں کو بخیر پوری فرمائیں ✉ **عـــرض:** الحمدللہ احقر کا یہ معمول ہے کہ حضرت کے لئے مع جملہ متعلقین روزانہ دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر بصحت وعافیت قائم رکھے۔فقط والسلام۔دعا کا محتاج۔احقر محمد قیصر عفی عنہ ✍ **ارشـاد:** یہ کرم فرمائی، یہ مخلصانہ دعا اور محبت، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

مکتوب نمبر (۵) (مؤرخہ ۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ)

✉ **عـــــرض:** مخدومی و معظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ✍ **ارشاد:** مکرم زیدمجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ✉ **عرض:** حضرت کا والا نامہ میرے خط کے جواب میں موصول ہوکر باعثِ طمانیتِ قلب ہوا۔اللہ تعالیٰ حضرت کوتاحیات صحت وطاقت وتوانائی عافیتِ کاملہ، ترقی درجات وقربِ الٰہی عطا فرمائے۔اپنے مقربین ومقبولین اور محبوبین میں سے بنادے، ہم خدام کی رہنمائی کے لئے آپ کے فیض کو مخلوق میں عام وتام کردے، اپنے شیخ ومرشدِ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ونوراللہ مرقدہٗ کے ذوق ومسلک کی ترویج وتربیت سارے عالم میں آپ کے ذریعہ عام کردے۔آمین ✍ **ارشـاد:** ماشاءاللہ تعالیٰ یہ محبت اور یہ دعا، جناب کی زبان مبارک اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء ✉ **عــرض:** حضرت کی طبیعت کا حال معلوم کرنے کو بعض اوقات دل بے چین ہوجاتا ہے ✍ **ارشـــاد:** بفضلہٖ تعالیٰ بندہ بخیریت ہے ✉ **عـرض:** حضرت کی نصیحتیں

حرز جان بنانے کے قابل ہیں ✍ **ارشاد:** فضل الٰہی ہے، جناب کی حسنِ عقیدت۔ اپنے حضرت حکیم الامت مجدد الملت کی نقالی میں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں ✉ **عرض:** بندہ اپنی ایک بیماری سے بہت پریشان ہے۔ الحمدللہ محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے اس خاطی کے اعضاء وجوارح کو بداعمالیوں اور معصیتوں سے بچا رکھا ہے ✍ **ارشاد:** یہ ہی مطلوبِ تقویٰ ہے، لباس ایمان، مبارک ہو ✉ **عرض:** وہ بیماری یہ ہے کہ جو افعال عمر رفتہ کی جوانی اور غفلت میں سرزد ہوگئے تھے وہ حدیثِ نفس کے طور پر کبھی یاد آجاتے ہیں، گاہے اختیاری طور پر اور گاہے بے اختیاری ✍ **ارشاد:** غیر اختیاری اختیاری متصور ہوتا ہے ورنہ نفرت کیوں ہے؟ ✉ **عرض:** جب خیالات کا ہجوم ہوتا ہے، اس وقت نفس پر قابو نہیں پاتا ہوں، ہمت کرتا ہوں، لیکن اتنی نہیں کہ نفس کی کماحقہٗ مقاومت کرسکوں ✍ **ارشاد:** قابو بفعل ہے جو مطلوب ہے، فعل پر مقاومت ہے بتوفیقہ تعالیٰ۔ انفعال پر کیا نظر۔ بے نظر، بے غم ✉ **عرض:** یہ کیفیت صرف چند لمحہ کے لئے ابھرتی ہے پھر ختم ہوجاتی ہے۔ بعد میں ایسے خیالات سے نفرت وانقباض پیدا ہوتا ہے کہ اپنے کو پرلے درجہ کا سمجھتا ہوں ✍ **ارشاد:** پھر اختیاری کہاں اس درجہ نفور، یہی ہے توبۃ النصوح، مبارک ہو ✉ **عرض:** للہ بندہ کے حق میں خصوصی دعا فرمائیں کہ اپنے ایام غفلت یاد نہ آئیں وہ قلب وذہن سے ایسے محو ہوجائیں کہ جیسے توبۃ النصوح سے ہوجاتے ہیں ✍ **ارشاد:** فعلی نہ کہ اتفاقاً انفعالی۔ اور انفعالی پر نفور ہونا کامل توبۃ النصوح کی دلیل ہے، صد مبارک ✉ **عرض:** اللہ تعالیٰ ان کو ایسے مٹادیں کہ شمہ برابر بھی ان کا اثر قلب میں باقی نہ رہے ✍ **ارشاد:** کہاں باقی، نفور ہے ✉ **عرض:** بندہ خیالات کا بعض وقت شکار ہوجاتا ہے ✍ **ارشاد:** بے خیال لاپرواہ۔ اس کا طریق اسہل ہے، اطیب باسکون ✉ **عرض:** حضرت سے التجا کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ مجھے اس گندگی سے ہمیشہ کے لئے پاک وصاف کردے، میرا خاتمہ تقویٰ وطہارت اور ایمان پر کردے۔ والسلام آپ کا ایک نہایت ذلیل ورکیک خادم طالب ومحتاج، دعا محمد قیصر عفی عنہ ✍ **ارشاد:** علاج مرض کا ہوتا ہے، صحت کاملہ کو تخیلاً مرض بعجزِ حالی خیال کرلیا جاتا ہے۔ آنمکرم کو صحتِ کاملہ تزکیہ بعبدیتِ حالی مبارک۔ بمشابہ صحابہ کرام کہ منسوب بنفاق کیا حالاتِ محمودہ سے خاص سرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ دوامِ استقامت سے نوازتے رہیں۔ افعال پر نظر انفعال سے قطع نظر۔ یہ بشاشت مطلوب ہے، باسکون باسکینہ۔

Idara Ghufran

بسلسلہ : تعلیماتِ حکیم الامت ترتیب: مفتی محمد رضوان

اصلاحُ العلماء والمدارس

(نااہل لوگوں کو مدرسہ کا عہدہ سپرد کرنا)

فرمایا: جب اہلِ دیوبند (یعنی دیوبند کے بعض مقامی حضرات مدرسہ دارالعلوم کی) مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہی نے منع فرمایا تھا، تو اس پر بہت شور تھا اور فتنہ کا اندیشہ تھا۔ تو میں نے حضرت مولانا گنگوہی کو لکھا کہ حضرت دفعِ شورش کے لئے کیا حرج ہے، اگر ایک دو کو مجلسِ شوریٰ میں لے لیا جائے۔ آخر تعداد تو ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرتِ رائے پر (عموماً) فیصلہ ہوتا ہے، تو جواباً مولانا گنگوہی نے تحریر فرمایا کہ نااہل کا ممبر بنانا معصیت (یعنی گناہ) ہے، جو سبب ہے ناراضیِ خدا اور رسول کا، اس لئے ہم نااہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے، چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے، ہمیں رضائے الٰہی مقصود ہے، مدرسہ مقصود نہیں (تحفۃ العلماء ج ۱ ص ۴۸ بحوالہ ملحوظاتِ جدید ملفوظات ص ۴۹)

معلوم ہوا کہ مدرسہ چلانے سے مقصود اللہ کی رضا ہونا چاہئے، اگر مدرسہ چلا کر اللہ اور رسول کی ناراضگی کا کوئی کام کیا جائے تو مدرسہ چلانے سے بہتر اس کو بند کر دینا ہے اور نااہل یا فاسق و فاجر کو مدرسہ کا کوئی عہدہ ومنصب سپرد کرنا گناہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا سبب ہے، اور مدرسہ کے مقصود کے بالکل خلاف ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مدرسہ کھول کر سینکڑوں اللہ کے احکام توڑے جاتے ہیں، مدرسہ چلانے کو مقصود سمجھ لیا گیا ہے اور اللہ کی رضا کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بہت سے حضرات مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے دنیاداروں، نااہلوں اور فاسقوں، فاجروں کو دینی مدارس کا سرپرست یا ممبر وغیرہ بناتے ہیں۔ دینی مدارس کے جلسوں میں نااہل بلکہ فاسق وفاجر لوگوں کو بطور مہمانِ خاص کے مدعو کیا جاتا ہے، اور اِن کی سرپرستی میں دینی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں، عموماً کسی سیاسی شخصیت کو دینی جلسہ میں مدعو کر کے اور اس کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کر کے جلسوں کو زینت بخشی جاتی ہے، جو لوگ رات و دن علماء اور دینی مدارس کے خلاف سرگرم نظر آتے ہیں، ان کو اپنے سر اور آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے، بھلا اِن نااہل لوگوں کو جنہیں صحیح معنٰی میں

وضو، غسل اور نماز کا طریقہ بھی نہیں آتا ممبرِ رسول اور وراثتِ رسول کے منصب پر بٹھلانا کون سی دین کی مصلحت ہے۔ اور بعض اوقات یہ نااہل دینی مدارس میں آکر ایسے انداز سے بات کر کے چلے جاتے ہیں جس سے عوام کے سامنے علماء اور دینی مدارس کی توہین وتذلیل ہوتی ہے، اور خود علماء اور اہلِ مدارس کے ان نااہل لوگوں کی تعظیم وتکریم کرنے سے یہ تأثر پیدا ہوتا ہے کہ علماء اور اہلِ مدارس بھی ان شخصیات کے محتاج اور دست نگر ہیں، جو سراسر استغنا اور توکل کی شان کے خلاف ہے، اہلِ مدارس کو سوچنا چاہئے کہ کبھی ان نااہلوں کو بھی اپنے جلسوں اور تقریبات میں علماء اور اہلِ مدارس کو بطورِ مہمان خصوصی مدعو کرنے کی توفیق ہوتی ہے؟ ہرگز بھی نہیں، علماء اور اہلِ مدارس سمجھتے ہیں کہ اس طریقہ سے ان لوگوں کے دلوں میں دینی مدارس اور علما کی وقعت پیدا ہوتی ہے، حالانکہ معاملہ برعکس ہے، ان لوگوں کے دلوں میں اس طریقہ سے علماء ومدارس کی ہرگز بھی وقعت پیدا نہیں ہوتی بلکہ رہی سہی عظمت بھی دل سے جاتی رہتی ہے، کیونکہ یہ لوگ علماء کے اس طرزِ عمل سے علماء واہلِ مدارس کو اپنا ماتحت، زیر اثر اور اپنے سے مرعوب سمجھنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو دینی اجتماعات میں ممبر رسول پر لا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے ان لوگوں کی طرف سے اجنبیت ختم ہو جاتی ہے اور آگے چل کر اگر خدانخواستہ یہی نااہل علماء کے مقابلہ پر مساجد ومدارس پر قابض ہوگئے تو پہلے سے ان سے مانوس ہونے کی وجہ سے عوام الناس کا ان کو قبول کرنا آسان ہوگا۔

علماء اور اہلِ مدارس کو چاہئے کہ اپنی دال روٹی پر شکر کریں اور ہرگز بھی اِن نااہل اور دین سے دور لوگوں پر بھروسہ نہ کریں، اور ان کو دینی جلسوں اور اجتماعات میں ہرگز بھی لوگوں کے سامنے عزت نہ بخشیں، دنیا کا اگر کوئی فائدہ ان کو مدعو کرنے سے حاصل ہو بھی گیا تو اس فائدہ کے مقابلہ میں نقصانات کی حیثیت زیادہ ہے اور خود گناہ ہونا ہی اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری دولت بھی نصیب ہو جائے تو بے کار ہے، فوائد تو کچھ نہ کچھ ہر بری سے بری چیز میں کسی نہ کسی حیثیت سے نظر آ ہی جایا کرتے ہیں، شراب اور جوے جیسی ملعون چیزوں میں بھی فوائد کے ہوتے ہوئے ان کے گناہ ہونے کے نقصان کو ہی ترجیح دی گئی ہے ''قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ، وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا''

''کہہ دیجئے! کہ ایک دونوں (شراب اور جوے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ نفع بھی ہے مگر ان کا گناہ ہونا ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے'' (سورہ بقرہ)

علم کے مینار انتخاب: ابوسلمہ

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

محمد نام کے چار محدثین کا عبرت انگیز واقعہ

حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں، تاج الدین سبکی نے ''طبقات الشافعیۃ الکبریٰ'' میں اور علامہ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں چند اہل علم حضرات کی انتہائی غربت و ناداری کا ایک عجیب و غریب سچا واقعہ نقل کیا ہے کہ دینی علم حاصل کرنے کی خاطر دور دراز کا سفر کر کے چار بزرگ اتفاق سے مصر کے ایک مقام پر جمع ہو گئے اور ان چاروں حضرات کا نام ''محمد'' تھا۔ ایک تو محمد بن جریر طبری، جن کی تفسیر، ابن جریر کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے محمد بن خزیمہ جو بہت بڑے محدث تھے اور ان کی ''صحیح ابن خزیمہ'' حدیث کی مشہور کتاب ہے، تیسرے محمد بن ہارون رویانی اور چوتھے محمد بن نصر المروزی جو کہ بہت بڑے محدث تھے اور ''السنۃ'' کے نام سے ان کی ایک تصنیف مشہور ہے۔

شروع میں ان حضرات نے اپنے یہاں علم حاصل کیا، لیکن بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور مفسرین سے علم حاصل کرنے کا شوق ہوا، اور اسی کی خاطر لمبا سفر کیا۔ (یہ کوئی آج کی طرح کا ہوائی جہاز یا ریل گاڑی کا زمانہ تو تھا نہیں کہ اتنا لمبا سفر آسانی سے طے ہو جاتا، عموماً گھوڑے، اونٹ یا پیدل سفر ہوتا تھا) لمبا سفر طے کرنے کے بعد مصر پہنچ کر اخراجات ختم ہو گئے۔ ایک دانہ بھی کھانے کے لئے موجود نہ تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہاں کوئی جاننے والا بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس جا کر ٹھہر جائیں۔

بہر حال شہر کے کنارے ایک مسجد تھی اس میں جا کر ٹھہر گئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ سفر کے اخراجات تو ختم ہو گئے ہیں اور آگے جانے سے پہلے کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہے، اس لئے کہیں مزدوری کرتے ہیں تا کہ کچھ پیسے حاصل ہو جائیں اور کھانے پینے کا سامان حاصل ہو جائے، پھر کسی عالم کے پاس جا کر علم حاصل کریں۔ چنانچہ مزدوری کی بھی تلاش کی لیکن مزدوری بھی نہیں ملی، اسی حال میں بہت شدید فاقے کی حالت ہو گئی۔

بالآخر چاروں حضرات نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ایسی حالت ہو گئی ہے کہ اگر کچھ کھانے کو نہ ملا تو جان جانے کا اندیشہ ہے اور اس حال میں اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا اب سوائے

Idara Ghufran

سوال کرنے کے اور کسی کے پاس جاکر اپنی حالت بیان کرنے کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ جبکہ چاروں بزرگ ایسے تھے کہ ساری عمر کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا تھا، چنانچہ طے پایا کہ صرف کوئی ایک شخص جاکر یہ کام کرے۔ پھر یہ سوال ہوا کہ کون کرے؟ تو قرعہ ڈالنے کی تجویز پر عمل کیا گیا، اس میں محمد بن خزیمہ کا نام نکلا، انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ قرعہ میں نام نکلنے کی وجہ سے جانا پڑے گا لیکن جانے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنے کی مہلت دے دو، چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی، محمد بن خزیمہ نے وضو کر کے دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ ہاتھ آج تک آپ کی بارگاہ کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں پھیلے، آج ایسی مجبوری آپڑی ہے کہ اگر آپ اپنے فضل سے کوئی ایسا راستہ نکالیں تو یہ ہاتھ کسی دوسرے کے سامنے نہیں پھیلیں گے اور آپ تو ہر چیز پر قادر ہیں۔

ان کی دعا میں کیا تاثیر تھی کہ ابھی دعا مانگ ہی رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر ایک آدمی ایک خوان لئے کھڑا نظر آیا، اور تینوں بزرگوں کا نام لے کر ان کے بارے میں دریافت کرنے لگا، یہ بڑے حیران ہوئے کہ پورے علاقہ میں ہمیں جاننے والا کوئی نہیں، ہم تو اجنبی اور مسافر ہیں، غرض اس نے ہر ایک کا الگ الگ نام معلوم کر کے پانچ پانچ سو دینار کی تھیلی ہر ایک کو سپرد کی، اور کہا کہ آپ کے لئے شہر کے والی نے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ اور کہا کہ والی مصر سو رہے تھے تو انہیں خواب میں ایک نیک سیرت شخص کو دیکھا جو ان سے کہہ رہے ہیں کہ تمہارے شہر کے اندر فلاں فلاں محمد نام کے چند مہمان فلاں مقام پر بھوک سے تڑپ رہے ہیں اور تم خواب خرگوش میں پڑے ہو تو حاکم نے فوراً آپ کی طرف یہ تحفہ بھیجا اور کہا ہے کہ جب یہ ختم ہو جائے تو ان کو ضرور اطلاع دیں (صبر واستقامت کے پیکر ص ۸۸ و اصلاحی مواعظ ج ۲ بتغیر)

اس طرح تنگدستی، بھوک اور مصائب و آلام کا مقابلہ کر کے ہمارے اسلاف نے دین کا علم حاصل کیا، عیش پرستی اور آرام طلبی میں پڑ کر نہیں، اور ان کی محنتوں کی بدولت یہ دین ہم تک پہنچا۔

تذکرۂ اولیاء طارق محمود

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تابعین کے سردار حسن بصری رحمہ اللہ

کشادہ پیشانی،خوبصورت موتی کی طرح صاف شفاف بڑی بڑی آنکھیں،نازک وباریک لب،گلابی رنگ اور پرکشش چہرے والے حسن بصری کی ولادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت وحکومت میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

آپ کی والدہ سیدہ خیرہ رحمہا اللہ ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں،اور آپ کے والد حضرت یسار رحمہ اللہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے غلام تھے،ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب ان کی ولادت کی اطلاع ملی ،تو سیدہ خیرہ کی خواہش پر آپ ہی نے ان کا نام ’’حسن ‘‘رکھا۔آپ کا پورا نام ’’حسن بن یسار‘‘ ہے،لیکن جب بعد میں آپ کے والدین بصرہ شہر منتقل ہوگئے تو اسی نسبت سے آپ ’’حسن بصری‘‘ کے نام سے مشہور ہوئے۔

حسن بصری رحمہ اللہ ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہی پرورش پاتے رہے،ایک دن ان کی والدہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں،ان کے آنے میں دیر ہوگئی،حسن بصری ابھی بچے تھے، بھوک سے بے قراری کی وجہ سے ان کو تسلی دینے کی وجہ سے اپنا سینہ ان کے منہ میں دے دیا،چونکہ وہ ان سے بہت زیادہ محبت اور شفقت کرتی تھیں،اس لئے محبت کی وجہ سے ان کا دودھ اتر آیا،حسن بصری رحمہ اللہ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا،اس طرح حسن بصری رحمہ اللہ ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بیٹے بھی قرار پائے،گویا کہ حضور ﷺ آپ کے رضاعی والد ہوئے۔

ام المؤمنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ دودھ حضرت حسن بصری کے حق میں علم کی شکل میں ظاہر ہوا،جس کے نتیجے میں حسن بصری رحمہ اللہ تابعین کے سردار کے لقب سے مشہور ہوئے،آپ کے استاذوں میں حضرت عثمان،حضرت علی،حضرت ابوموسیٰ اشعری،حضرت عبداللہ بن عمر،حضرت عبداللہ بن عباس،حضرت انس بن مالک،حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابۂ کرام شامل

Idara Ghufran

ہیں، آپ نے ۱۲ برس کی چھوٹی سی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔
خلیفۂ وقت نے ایک مرتبہ ان کے پڑوسی سے ان کی مقبولیت کی وجہ پوچھی تو ان کے پڑوسی نے جواب دیا:

''حسن بصری کا باطن ان کے ظاہر کی طرح روشن ہے، ان کا قول اور عمل ایک ہے، جب وہ کسی کو نیک بات کہتے ہیں تو ان کا اس بات پر عمل سب لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے، اور جب کسی برائی سے روکتے ہیں تو سب لوگوں سے زیادہ خود اس برائی سے بچنے والے ہوتے ہیں، لوگوں سے کوئی بھی معاملہ کسی غرض کے بغیر کرتے ہیں، کسی کے مال پر ان کی نظر نہیں ہوتی، حق بات کہنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے، لوگ ان کے محتاج ہیں، لیکن وہ خود کسی شخص کے محتاج نہیں'' (یعنی ان کا علم اور عمل بہت بڑھا ہوا ہے)

خلیفۂ وقت نے یہ سن کر ایک تاریخی بات کہی:

''وہ قوم کیسے گمراہ ہوسکتی ہے جس میں حسن بصری جیسا عالم موجود ہو''

حسن بصری رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری حصہ میں عراق کا گورنر حجاج بن یوسف تھا، یہ بہت ظالم حکمران تھا، ہزاروں انسانوں اور بڑے بڑے صحابۂ کرام و اولیائے عظام کو اس نے شہید کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے ظلم و ستم سے بچنے والی واحد شخصیت حسن بصری رحمہ اللہ ہیں، ورنہ شاید ہی کوئی عالم اس کے ظلم و ستم سے بچا ہو۔

ایک مرتبہ حجاج نے بصرہ میں اپنے لئے ایک بہت خوبصورت شاہی محل تعمیر کرایا، لوگ اس کی خوبصورتی اور نقش و نگاری کو دیکھ کر حیران ہو کر اس کے اردگرد گھوم رہے تھے، ہر ایک اس کے محل کی تعریف کررہا تھا، گویا کہ خالق کے کمالات دیکھ کر حیران ہونے کے بجائے مخلوق کے کاموں کی وجہ سے حیران ہو رہے تھے، حسن بصری رحمہ اللہ یہ ناپسندیدہ صورتِ حال دیکھ کر بے چین ہوگئے اور لوگوں کو نصیحت شروع کی:

''دنیا کے بدترین انسانوں میں سے ایک مصر کا فرعون بھی تھا، اس نے ایسی بلند بلند عمارتیں تعمیر کیں کہ اس کی منزلیں بادلوں سے اوپر ہوگئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اس کو سمندر کی گہرائیوں میں غرق کردیا اور اس کے بڑے محل کو بجلی کے ایک کوڑے سے زمین کے برابر کردیا اے کاش! حجاج کو یہ معلوم ہوتا کہ آسمان والے اس سے بغض رکھتے ہیں اور زمین والے اس کو دھوکہ دے رہے ہیں''

مجمع میں سے ایک شخص نے ان کو حجاج کے انتقام سے ڈرایا، حسن بصری رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے یہ عہد لیا ہے کہ لوگوں کو حق بات صاف صاف بتا دیں اور اس میں بالکل خیانت نہ کریں، میں نے حق بات کہنے کا فریضہ ادا کیا ہے''

حجاج کو جب اس ساری صورتِ حال کا علم ہوا، تو اپنے درباریوں سے کہنے لگا ''اللہ کی قسم میں آج اس کا خون تم کو پلاؤں گا'' اور جلاد کو طلب کیا، کچھ ہی دیر میں حسن بصری رحمہ اللہ کو زنجیروں میں جکڑ کر اپنے سامنے حاضر کر دیا، حسن بصری رحمہ اللہ نے جب تلوار اور جلاد کو دیکھا تو ان کے ہونٹوں پر ہلکی سی حرکت پیدا ہوئی، پھر حجاج کی طرف متوجہ ہوئے، اس وقت ان کے چہرے پر ایمان کا جلال اور وقار برس رہا تھا، حجاج نے جب ان کی طرف دیکھا تو اس پر کپکپی طاری ہوگئی اور ہیبت کے مارے کہنے لگا، اے ابوسعید (حسن بصری) یہاں تشریف لائیے، پھر اپنے قریب بٹھایا (لوگ حیران ہوگئے کہ یہ آج حجاج کو کیا ہوگیا جو اتنا نرم ہوگیا) حجاج نے نہایت ادب واحترام سے چند دینی سوالات کئے، حسن بصری رحمہ اللہ نے نہایت وقار اور تحمل کے ساتھ اس کی باتوں کا جواب دیا۔ حجاج کی آنکھیں کھل گئیں، کہنے لگا آپ تو علماء کے سردار ہیں اور قیمتی تحائف دے کر ان کو رخصت کر دیا۔

جب حسن بصری رحمہ اللہ باہر نکلے تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ جب اندر داخل ہوئے تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، اس وقت آپ کیا پڑھ رہے تھے، حسن بصری رحمہ اللہ نے جواب دیا، میں نے یہ دعا پڑھی تھی:

يَا وَلِيَّ نِعْمَتِيْ وَمَلَاذِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ اِجْعَلْ نِقْمَتَهٗ بَرْداً وَّسَلاماً عَلَيَّ كَمَا جَعَلْتَ النَّارَ بَرْداً وَّسَلاماً عَلٰى اِبْرَاهِيْم

ترجمہ: اے نعمتوں کے والی اور میری مصیبت کے وقت کی پناہ گاہ! حجاج کے اس عذاب کو مجھ پر رحمت وسلامتی بنا دے جیسا کہ آپ نے ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو رحمت وسلامتی بنا دیا تھا

اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کا اتنا غلبہ تھا کہ جب حسن بصری آتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے کسی قریبی عزیز کو دفن کر کے آرہے ہو، جب بیٹھتے تھے تو ایسے قیدی کی طرح معلوم ہوتے تھے جس کی گردن مارے جانے کا حکم کیا جا چکا ہو، جب دوزخ کا ذکر کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ دوزخ صرف انہیں کے لئے بنائی گئی ہے (جاری ہے......)

پیارے بچو! ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

گھر سے باہر نکلنے کے نقصان

پیارے بچو! یہ جنوری 2004ء اور ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ کا واقعہ ہے کہ پاکستان کے شہر ایبٹ آباد کے نزدیک ''کاٹیاں'' نام کے ایک گاؤں میں دو چھوٹی عمر کے سگے بھائی ،نوید اور عرفان اپنے گھر میں شرارت کر رہے تھے۔ دونوں نے ماں کو بہت تنگ کیا ہوا تھا، ماں نے شرارت کرنے سے منع کیا....مگر یہ دونوں بھائی شرارت سے باز نہیں آئے ....ماں نے تنگ آ کر دونوں بچوں کو گھر سے باہر نکال دیا....(بچو آپ کو معلوم ہے کہ گاؤں میں تو درخت اور جھاڑیاں بھی ہوتی ہیں)اس گھر کے باہر قریب جھاڑیوں میں پہلے سے ایک خونخوار شیر چُھپا بیٹھا تھا....اس نے جب ان دو چھوٹے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو فوراً ان پر حملہ کر دیا....دونوں بھائی شور مچاتے رہے ....ماں نے بھی اپنے بچوں کے شور کرنے کی آواز سنی ....مگر ماں نے یہی سمجھا کہ شاید دونوں بچے گھر سے باہر نکلنے کے بعد بھی گھر کی طرح شور مچا رہے اور شرارتیں کر رہے ہیں....اور ان کی ماں اپنے گھر کے کام کاج میں لگی رہی اور ان کے شور مچانے پر کوئی دھیان نہیں دیا....شیر نے آرام سے دونوں بچوں کے گلے کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ کر ذبح کر دیا اور گلے کی وہ رگ کاٹ دی جو قربانی کے جانوروں کی ذبح کے وقت کاٹی جاتی ہے،اور سارا خون پی کر اور گردن کا گوشت کھا کر جنگل میں واپس بھاگ گیا ...تھوڑی دیر کے بعد جب دونوں بھائیوں کی آوازیں آنا بند ہوگئیں تو ماں کو اپنے بچوں کی فکر ہوئی....اور گھر کا دروازہ کھول کر جب ماں نے گلی میں دیکھا تو دونوں بھائی خون میں لت پت مرے ہوئے پڑے تھے ....جب اس واقعہ کا لوگوں کو پتہ چلا تو بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے ....اور شیر کو ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر شیر کہیں بھی نہیں ملا....آخر دونوں بچوں کو قبر میں دفن کر دیا گیا اور اس طرح قصہ تمام ہوا (خبر روزنامہ اسلام راولپنڈی بتغیر ہفتہ یکم ذی الحجہ ۲۴ جنوری)

پیارے بچو! آپ نے دیکھ لیا کہ گھر والوں کو شرارت اور ضد کر کے پریشان کرنے کا کیا نقصان ہوتا ہے ....اور گھر سے باہر نکلنے سے کتنی بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے،اگر یہ بچے گھر میں رہتے اور شرارت نہ کرتے تو

Idara Ghufran

شیر کے حملہ سے بچ جاتے ....آج بھی بہت سے بچے گھروں میں شرارت کر کے گھر والوں کو پریشان کرتے ہیں....گھر والے انہیں کھیلنے کے لئے باہر گلیوں میں بھیج دیتے ہیں....بچے بھی خوش ہو جاتے ہیں کہ اب ہمیں آزادی مل گئی....کوئی روک ٹوک اور منع کرنے والا نہیں ہے اور گھر والے بھی سمجھتے ہیں کہ بچوں کی شرارت سے ہماری جان چھوٹ گئی....یہ بچے باہر گلیوں میں یا تو گیند بلاّ کھیلتے ہیں یا پتنگ وغیرہ اڑاتے ہیں....گھر والے تو آرام سے ہوتے ہیں مگر باہر گلیوں میں گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے کسی کے کپڑوں پر گندی نالی کی چھینٹیں پڑ جاتی ہیں، کسی کے کپڑوں پر گندی گیند لگ جاتی ہے، کسی کا ہاتھ پاؤں یا گلا وغیرہ پتنگ کی ڈور سے کٹ جاتا ہے، کوئی بچہ گیند یا پتنگ لینے کے لئے بھاگتا ہے تو ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، کوئی بچہ گاڑی یا موٹر سائیکل کے نیچے آجاتا ہے یا اور کسی جگہ گر جاتا ہے، ہمارے ادارہ غفران کے قریب ایک بچہ گیند لینے کے لئے چھت سے نیچے گر کر مر گیا تھا...کئی بچوں کو باہر گلیوں میں کتا کاٹ لیتا ہے اور پھر کتے کا زہر چڑھ جاتا ہے، جس سے بعض بچے مر بھی جاتے ہیں۔

پیارے بچو! کبھی آپ نے غور کیا کہ باہر گلی محلوں سے کتنے بچوں کو اغوا کرنے والے پکڑ کر لے جاتے ہیں پھر ان کے جسم کو کاٹ کر ان کے اندر سے دل، گردے وغیرہ نکال لیتے ہیں اور بچوں کو مار کر کسی نالے وغیرہ میں پھینک دیتے ہیں یا بوری وغیرہ میں بند کر کے کہیں ڈال دیتے ہیں۔اور اس طرح وہ بچے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں....گھر والے اور والدین پریشان ہوتے ہیں....روتے پیٹتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ زندگی تو ایک بار ہی ملا کرتی ہے بار بار نہیں ملتی....مرنے کے بعد انسان دنیا میں واپس نہیں آیا کرتا....بعض دفعہ پکڑ کر لے جانے والے بچوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور معذور بنا کر ان سے بھیک مانگنے کا دھندہ کراتے ہیں اور بچوں سے محنت کے کام لیتے ہیں۔کبھی دوسروں کے ہاتھ چند پیسوں میں فروخت کر دیتے ہیں اور پھر وہ لوگ ان بچوں کو خرید کر اپنے کاروبار چلاتے ہیں، بعض جگہ ایسے بچوں کو اونٹ وغیرہ کی دوڑ اور مقابلہ میں پیچھے باندھ دیتے ہیں....اسی دوران بہت سے بچے زخمی ہو کر مر جاتے ہیں۔اگر آپ اپنے گھروں میں رہو تو ہرگز کوئی پکڑ کر آپ کو نہ لے جائے۔

بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر ہمیں کوئی پکڑ کر لیجائے گا تو ہم شور مچادیں گے اور اس طرح سب کو پتہ چل جائے گا کہ ہمیں کون پکڑ کر لے جا رہا ہے اور پھر دوسرے لوگ ہمیں ان سے چھڑا کر گھر پہنچادیں گے، ....مگر یاد رکھو کہ پکڑنے والے اتنے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کہ وہ شور مچانے سے پہلے ہی اپنا کام کر لیتے

ہیں ....وہ خاموشی سے گزرتے ہوئے ایسی چیز سُونگھا دیتے ہیں کہ جس سے بچے فوراً بے ہوش ہو جاتے ہیں اوراس کے بعدانہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اوراس طرح وہ اٹھا کر یا گاڑی وغیرہ میں لٹا کر لے جاتے ہیں ،اور دیکھنے والوں کو کہہ دیتے ہیں کہ بچہ بیمار ہے ہسپتال میں لے جا رہے ہیں اور وہ ہسپتال کی بجائے کسی جنگل وغیرہ میں لے جا کر مار ڈالتے ہیں اور دل گردے وغیرہ مہنگے داموں فروخت کر کے پیسے کما لیتے ہیں....بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ کیسے ظالم لوگ ہوتے ہیں، کیاانہیں کسی کے بچے کو پکڑنے اور مارنے پر رحم اور ترس نہیں آتا ؟ مگر بچو! آپ کو پتہ نہیں کہ یہ لوگ صرف پیسوں کے بھوکے ہوتے ہیں۔انہیں کسی کے بچے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔انہیں تو بس پیسہ چاہئے، پیسہ۔

اور پھر گھر سے باہر گلی محلوں میں آوارہ اور گندی عادت کے بچے بھی تو ہوتے ہیں وہ اچھے بچوں کو بھی خراب کر دیتے ہیں،ان کے ساتھ رہ کر غلط عادتیں پڑ جاتی ہیں۔باہر پھرنے والے بعض بچے لوگوں کے دروازوں پر گھنٹیاں بجا کر بھاگ جاتے ہیں یا لوگوں کے دروازے کی باہر سے کنڈی لگا دیتے ہیں ....اوراس طرح لوگوں کو تنگ اور پریشان کر کے خوش ہوتے ہیں....کسی کو تکلیف پہنچانا بہت بری بات اور بڑا گناہ ہے، جو بچے آج دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں....کل جب یہ بڑے ہو جائیں گے انہیں بھی اسی طرح دوسرے بچے تکلیف پہنچائیں گے ....بعض بچے کسی ندی نالے پر گرمی کے موسم میں نہانے پہونچ جاتے ہیں اور وہاں ڈوب کر مر جاتے ہیں....گرمی کے موسم میں دوپہر کو باہر گھومنے پھرنے سے لُو لگ جاتی ہے اور گرمی دماغ میں چڑھ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتے ہیں....اور یہ ساری خرابیاں گھر سے باہر نکلنے اورآوارہ گلیوں میں پھرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

جو بچے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور گلی محلوں میں آوارہ نہیں پھرتے وہ بڑے آرام اور سکون سے رہتے ہیں نہ کسی کے پکڑ کر لے جانے کا ڈر ہوتا اور نہ ہی شیر، کتے وغیرہ کے کاٹنے کا اور نہ ہی ایسی دوسری خرابیوں اور پریشانیوں کا جو آپ نے سنیں۔اس لئے اگر تم ان سب خرابیوں، پریشانیوں، خطروں اور حملوں سے بچنا چاہتے ہو تو آج سے اپنے گھر میں رہنے کا عہد کر لو۔

﴿......قارئین کرام ......﴾

اس دینی رسالہ کو خود پڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچائیں اور بے ادبی سے بچائیں نیز رسالہ کے سلسلہ میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں اور کاروباری اشتہار دیکر دین و دنیا کے فوائد حاصل کریں

بزمِ خواتین *محمد یونس*

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

اولاد کی تربیت میں خواتین کا کردار

اولاد انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک انمول نعمت ہے اس نعمت کی قدر دانی ضروری ہے اور نعمت کی قدر دانی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے کام میں لگایا جائے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے تو یہ اس نعمت کی سخت ناقدری ہے جس کی وجہ سے اخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں اس نعمت سے محرومی یا اس کی وجہ سے مصیبت اٹھانی پڑسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (سورہ ابراہیم) یعنی اگر تم (نعمت کا) شکر ادا کرو گے تو البتہ میں (نعمت میں) اضافہ کردونگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب البتہ سخت ہے۔

اس لئے اولاد جیسی انمول نعمت کی قدر کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا وقرب کا ذریعہ بنانا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاد کو بچپن ہی سے دینی تعلیم واخلاقی تربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے، جس کی مشترک ذمہ داری والدین پر آتی ہے، اور والد کے مقابلہ میں والدہ کا کردار زیادہ حیثیت کا حامل ہے۔

اس سلسلے میں آج کل بہت زیادہ کوتاہی پائی جاتی ہے کہ اولاد کی بچپن اور لڑکپن کے زمانے میں (جو کہ تعلیم وتربیت کا صحیح اور حقیقی وقت ہوتا ہے) نگرانی، رہنمائی اور تربیت نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے اولاد میں اخلاقی بے راہ روی اور بری عادات پختہ ہوجاتی ہیں اور عموماً والدین کو اس وقت ہوش آتا ہے جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔

عموماً والدین اور سرپرست اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ یہ بچپن ولڑکپن اور کھیل کود کا وقت ہے ابھی اچھی طرح کھیل کود لینے دیا جائے جب بڑے اور سمجھ دار ہوں گے تو سب خود بخود ٹھیک ہوجائے گا حالانکہ یہ سخت غلط فہمی ہے۔

بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور بچہ تربیت کا محتاج ہوجاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بچہ جس ماحول میں رہے گا اسی ماحول کا اثر قبول کرے گا، اور اسی سوسائٹی کا اس پر رنگ

چڑھے گا۔حدیث شریف میں ہے ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے بعد اس کے والدین اسے یہودی بنادیتے ہیں یا نصرانی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں“

معلوم ہوا کہ والدین بچوں کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں، بچہ کا سنوار اور بگاڑ دونوں گھر سے چلتے ہیں بچوں کی تعلیم وتربیت کے اصلی ذمہ دار ماں باپ ہی ہیں بچپن میں ماں باپ ان کو جس راستہ پر ڈال دیں گے اور جو اچھی بری عادت سکھادیں گے وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جائے گی بعض تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ بچوں میں عموماً پانچ سال کی عمر تک جو عادتیں پختہ ہونی ہوتی ہیں ہو جاتی ہیں اس کے بعد اس میں پھر کوئی عادت پختہ نہیں ہوتی ۔اس سے معلوم ہوا کہ ہم جس زمانہ کو ناسمجھی کا زمانہ خیال کرتے ہیں وہی وقت بچوں کی اصلاح کا ہے اور بچے اسی زمانے میں سب کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔اور یہ بچپن کی عمر بچے بچیاں زیادہ تر اپنی ماؤں کے پاس رہ کر گزارتے ہیں اس لئے بچوں کے سنوار اور بگاڑ میں خواتین کا بڑا دخل ہے اگر خواتین اپنے بچوں کو بچپن ہی سے اچھی عادتیں سکھلائیں اور برے طور طریقوں پر ان کو مناسب روک ٹوک اور زجر وتنبیہ کرتی رہا کریں تو کافی حد تک بچے سنور سکتے ہیں اس لئے خواتین کو چاہئے کہ خود دین پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے اپنے بچوں کو بھی دینی احکام پر حکمت کے ساتھ عمل کرانے کی کوشش کرتی رہا کریں۔

بچوں کی تربیت کی ذمہ داری ویسے تو ماں باپ دونوں پر ہے لیکن چونکہ بچپن کا زمانہ تربیت کے حوالے سے انتہائی اہم زمانہ ہے اور یہ وقت بچوں کا ماؤں کی گودوں میں اور زیادہ وقت ان کے سامنے گزرتا ہے اس لئے ماؤں کی زیادہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے اس قیمتی وقت کو کارآمد بنائیں اس کے لئے خواتین کو کئی باتوں کے اہتمام کرنے کی ضرورت ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خواتین اپنی اصلاح کی فکر کریں اور اپنے اخلاق وعادات کو درست کریں خصوصاً بچوں کے سامنے کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات یا حرکت نہ کریں اس لئے کہ بچپن میں بچے زیادہ تر والدین کے سکھلانے کی بجائے ان کے اخلاق وعادات کو دیکھ کر ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عام مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بچے ان کاموں کو اہم سمجھتے ہیں جن کا والدین کے نزدیک اہم ہونا ان کو سمجھ میں آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی والدہ یا والد اپنے اس معمول سے ہٹ کر کچھ کر گزرتے ہیں تو بچوں کو اجنبیت سی محسوس ہوتی ہے اور بعض اوقات بچوں کی زبان پر بھی یہ سوال آجاتا ہے کہ مثلاً ”امی آج آپ برقعہ پہنے بغیر باہر چلی گئیں“ ”آج ابو نے بھی ٹی وی دیکھا تھا وغیرہ

اس لئے والدین کواور خصوصاً والدہ کواپنے اخلاق وعادات کودرست کرنا دووجہ سے ضروری ہے ایک اپنی ذات میں یہ اصلاح ضروری ہے خواہ اولاد ہو یا نہ ہواور دوسرے اولاد کی اصلاح کی خاطر ضروری ہے یہ اولاد کی اصلاح کا پہلا درجہ ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ بچوں کی چوبیس گھنٹے کے معمولات کے بارے میں معلومات رکھی جائیں کہ وہ کس وقت میں کس طرح کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور پھر جواُن کی قابل اصلاح بات سامنے آئے مناسب موقع پراس کی اصلاح کی کوشش کی جائے اس میں سب سے پہلے حکمت کے ساتھ عام فہم انداز میں بچوں کو سمجھایا جائے اس کے بعد بھی اگر وہی غلطی ان کی طرف سے دوبارہ سامنے آئے تو اس پر مناسب تنبیہ کی جائے تیسرا درجہ یہ ہے کہ بچوں کی دوستی اور صحبت پر کڑی نگرانی رکھی جائے کہ ان کا اٹھنا بیٹھنا، کھیلنا، کودنا کس طرح کے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ اکثر انسان صحبت اور دوستی کی وجہ سے سنورتا بگڑتا ہے۔

بچوں کی اصلاح کے معاملے میں سستی کرنے سے بہت نقصانات ہوتے ہیں بعض اوقات والدین اپنے ذہن میں منصوبے بناتے رہتے ہیں کہ یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور عملی طور پر اصلاح میں سستی کرتے ہیں اس دوران ہی بچوں میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو بچہ دنیا میں آ گیا اس کی عمر گزرنا شروع ہوگئی اور عمر کے ساتھ ساتھ اس نے ماحول سے سیکھنا شروع کر دیا اب اگر اس کی اصلاح کی طرف سے سستی کی گئی تو وہ ماحول کی بری باتیں اپنے اندر جذب کرلے گا اور رفتہ رفتہ وہی باتیں پختہ عادات میں تبدیل ہوتی رہیں گی کیونکہ برا بننے کے لئے برائی سکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ہر انسان میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے لیکن کسی انسان کو نیک بنانے کے لئے اس پر بڑی محنت درکار ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو مائیں اپنے بچوں کو بنیادی باتیں سکھانے کی صحیح طریقے پر کوئی کوشش نہیں کرتیں ان کے بچے بڑے تو ہو جاتے ہیں مگر بدسلیقہ ہی رہتے ہیں انہیں کسی بات کا سلیقہ نہیں ہوتا بولنے کے موقع پر خاموش ہو جاتے ہیں اور خاموشی کے وقت جو چوہا کہہ دیا۔ نہ کھانے کا سلیقہ نہ پینے کی تمیز ایسے بچے خود ماؤں کے لئے وبال جان ہوتے ہیں جس میں بچوں سے زیادہ ماؤں کا اپنا قصور ہوتا ہے۔ اس لئے والدین کو اور خصوصاً ماؤں کو اولاد کی اصلاح کی پورے اہتمام کے ساتھ برابر کوشش کرتے رہنا ضروری ہے۔

کرتا ہوں میں تُجھ سے یارب اِلتجا   مُجھ کو دے قرآن میں یارب مَزا
ایسی نسبت مُجھ کو ہو قُرآن سے   اس کو سمجھوں بڑھ کراپنی جان سے

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

علمی، تحقیقی مسائل پر مشتمل سلسلہ

مروّجہ بیمہ پالیسی کا شرعی حکم

سوال:......اسٹیٹ لائف والوں نے اپنے کارکنوں اور عام لوگوں کو یہ باور کرانے کے لئے کہ بیمہ جائز ہے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں بعض حضرات کے فتاویٰ بھی درج ہیں۔ پمفلٹ میں درج بیمہ کے جواز پر پیش کئے گئے دلائل کا جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ پمفلٹ پیش خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب......مروجہ تجارتی بیمہ پالیسی (Commercial Insurance) کی تمام رائج قسمیں یعنی (١) زندگی کا بیمہ جسے انگریزی میں لائف انشورنس ''Life Insurance'' اور عربی میں ''تامین الحیاۃ'' کہتے ہیں (٢) مختلف اشیاء کا بیمہ جسے انگریزی میں گڈز انشورنس ''Goods Insurance'' اور عربی میں ''تامین الاشیاء'' کہتے ہیں (٣) ذمہ داری کا بیمہ جسے انگریزی میں تھرڈ پارٹی انشورنس ''Third Party Insurance'' اور عربی میں ''تامین المسؤلیات'' کہتے ہیں۔ ناجائز ہیں، جس کی بنیاد سود، جُوے یا غَرر (دھوکہ) پر ہے اور سود، جوا اور غرر یہ سب چیزیں شرعاً حرام ہیں اور حرام چیز میں کسی فائدہ کے ہونے سے وہ حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی، اس لئے مروجہ تجارتی بیمے کے جو فوائد بیان کئے جاتے ہیں وہ اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں شراب اور جُوے کے بارے میں فرماتے ہیں:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (سورہ بقرہ پارہ ٢ آیت ٢١٩)

''یعنی لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں مگر گناہ کی

باتیں ان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں (سورہ بقرہ)

لہٰذا مروجہ بیمہ باوجود کچھ فائدوں کے پھر بھی گناہ اور حرام ہے، جس طرح کہ شراب اور جوا باوجود کچھ فائدوں کے حرام ہے، اس لئے مروجہ بیمہ پالیسی خریدنا اور اس میں پیسہ جمع کر کے شریک ہونا جائز نہیں۔

مروجہ بیمہ پالیسی پر مہذب انداز کا خول چڑھا کر اسے جائز تجارت اور خرید و فروخت کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ اگر زہر کو تریاق کا نام دے دیا جائے تو وہ ہرگز تریاق نہیں بن جاتا بلکہ زہر ہی رہتا ہے۔

شریعت کا حکم کسی چیز کی صرف ظاہری شکل وصورت اور نام پر نہیں لگتا بلکہ اس کی حقیقت پر لگتا ہے......اگر شراب کو بوتلوں میں بند کر کے کسی دوسرے لیبل کے ساتھ پیش کیا جائے تو اس سے اس کے شراب اور نشہ آور ہونے پر کوئی فرق واثر نہیں پڑتا بلکہ وہ شراب ہی رہتی ہے...... چودہ سو سال پہلے حضور علیہ ﷺ نے دنیا کو یہ پیشین گوئی سنادی تھی کہ ''قیامت کے قریب شراب کو شربت کا نام، سود کو تجارت کا نام اور رشوت کو تحفہ اور ہدیہ کا نام دے کر استعمال کیا جائے گا'' (ملاحظہ ہو کنز العمال حدیث نمبر ۳۸۴۹۷)

مروجہ بیمہ پالیسی کو تجارت اور خرید و فروخت کی جائز شکل قرار دے کر خلط ملط کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے مکہ کے مشرکین نے خرید و فروخت اور سود کو یکساں قرار دے کر کیا تھا چنانچہ انہوں نے کہا تھا ''اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو (سورہ بقرہ)'' مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا ''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو (سورہ بقرہ) یعنی تم بیع اور سود کو ایک جیسا سمجھ رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک چیز کو حلال اور دوسری چیز کو حرام قرار دیا ہے

موجودہ مروجہ بیمہ خواہ زندگی کا ہو یا چیزوں کا اس کے ناجائز ہونے پر دنیا کے تمام بڑے بڑے علمائے کرام اور اہلِ علم کا اتفاق ہے۔

اور اہلِ حق علماء کی جماعت نے کبھی اس کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ ناجائز اور حرام ہی فرمایا ہے، مروجہ بیمہ پالیسی کے ناجائز اور حرام ہونے پر جدہ فقہ اکیڈمی کا فیصلہ موجود ہے جو اسلامی فقہ اکیڈمی کے اجلاس منعقدہ ۱۹۸۵ء کو ہوا (ملاحظہ ہو قراردادیں اور سفارشات ص ۳۱) اسلامی فقہ اکیڈمی تقریباً تمام اسلامی ملکوں کے ایسے علماء پر مشتمل ہے جو اسلامی علوم بالخصوص دین کی سمجھ میں پوری مہارت رکھتے ہوں۔ اس طرح اس اکیڈمی کو پورے عالم اسلام میں اسلامی علوم اور فقہ کے ماہرین کی بڑی جماعت کی خدمات حاصل ہیں۔

اس اکیڈمی کے پاس مختلف اداروں، انجمنوں، اسلامی بینکوں اور غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں

Iqra Gufran

کی طرف سے جو سوالات آتے ہیں وہ ان علماء وفقہاء اور ماہرین کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے ہیں جو ان کے متعلق تحقیقی اور تفصیلی مقالے (Thesises) لکھ کر اکیڈمی کو بھیجتے ہیں اسی طرح اکیڈمی بطورِ خود جدید دور کے پیش آمدہ مسائل پر تحقیقی مقالے لکھواتی ہے۔اور پھر اجلاس کے دوران تمام ممبران کو وہ مقالے پیش کئے جاتے ہیں اور پھر تفصیلی غور وفکر اور تحقیق کے بعد اس بارے میں قرارداد منظور کی جاتی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے ''بیمہ اور انشورنش کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں'' مرتبہ :مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔ مصدقہ :مجلس تحقیق مسائل حاضرہ)

اور بیمہ پالیسی والوں کی طرف سے ان کے مطبوعہ کتابچہ میں جو بعض علماء کی آراء بیمہ کے جواز کے بارے میں تحریر کی گئی ہیں وہ درحقیقت یا تو علماء کی آراء نہیں ہیں بلکہ عصری علوم رکھنے والے پروفیسروں اور ڈاکٹروں وغیرہ کی آراء ہیں اور وہ بھی زیادہ تر اس پالیسی کے کچھ دنیوی فوائد کو سامنے رکھ کر دی گئی ہیں اور فوائد کا کس کو انکار ہے، کیونکہ یہ صاف قرآن مجید کی رو سے پہلے واضح کیا جاچکا ہے کہ صرف دنیوی فوائد کی وجہ سے کوئی چیز حلال نہیں ہوجاتی جیسا کہ غریبوں کی مدد کرنا، اور بیوی بچوں کا نان ونفقہ ادا کرنا وغیرہ جائز اور ثواب کے کام ہیں لیکن ان کاموں کو انجام دینے کے لئے ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرنا مثلاً چوری کرنا یا کسی کا مال غصب کرنا جائز نہیں،۔لہٰذا شریعت کے بارے میں ان عصری علوم والوں کی رائے معتبر نہیں اور ان کی رائے سے حرام چیز حلال نہیں ہوگی۔

اور اس کتابچہ میں درج شدہ بعض آراء اگرچہ اہل علم حضرات کی ہیں لیکن یا تو ان کے سامنے مروجہ بیمہ پالیسی کی پوری حقیقت اور اندر کی صورتحال نہیں رکھی گئی اور ان کے سامنے صرف ایک تعاونی اسکیم اور امدادی اور تعاونی فنڈ ہونا ظاہر کیا گیا اور ان حضرات نے اسی بنیاد پر اس کے جائز یا مفید ہونے کی رائے قائم کی، اور یہ بات واضح ہے کہ جب تک کسی چیز کی پوری حقیقت ظاہر نہ کی جائے یا غلط بیانی کر کے کوئی فتویٰ طلب کیا جائے تو اس میں جواب دینے والے سے زیادہ جرم سوال اور غلط بیانی کرنے والے پر عائد ہوتا ہے۔

اور اس کتابچہ میں درج شدہ بعض آراء مروجہ بیمہ پالیسی کے بجائے ایک سادہ تعاونی فنڈ کے بارے میں ہیں ،جس کی شریعت خود بھی حوصلہ افزائی کرتی ہے،شروع میں بیمہ کی ایک جائز شکل چلی تھی جو دراصل ایک تعاونی بیمہ (Mutual Insurance) تھا جس کو عربی میں ''التامین التبادلی'' یا ''التامین

التعاونی'' کہتے تھے، بیمہ پالیسی والوں نے اس جائز تعاونی بیمہ کے بارے میں تحریر شدہ فتوؤں کو بعد میں رائج ہونے والی بیمہ کی ناجائز اسکیموں پر چسپاں کر کے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اگر ان اہلِ علم حضرات سے مروجہ بیمہ پالیسی کا شرعی حکم دریافت کیا جاتا تو وہ بھی یقیناً اسے ناجائز اور حرام ہی قرار دیتے (ملاحظہ ہو''اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص٦٠ تا ٦٣، انعام الباری ج٦ص ٢٧٥)

اس قسم کی تلبیسات اور غلط بیانیوں پر مشتمل تحریرات اور آراء کا وقتاً فوقتاً اہل علم حضرات کی طرف سے جواب دیا جاتا رہا ہے، چنانچہ مکہ مکرمہ کی اسلامک فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلوں میں بھی اس قسم کے شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں''ملاحظہ ہو: عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل'' ترتیب: مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب صفحہ ۳۱ تا ۴۰۔ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ میں بھی اس قسم کی آراء کا بہت مدت پہلے جواب شائع کیا جاچکا تھا جس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

''اس رسالہ میں بیمہ کمپنی کی طرف سے بہت لوگوں کی رائیں بیمہ کی اہمیت کے متعلق شائع کی گئی ہیں جن میں کچھ علماء کے اقوال وفتاویٰ بھی ہیں۔ عام رایوں کے متعلق تو ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ان کی شخصی رائیں ہیں جن کا مسئلہ شرعیہ سے تعلق نہیں البتہ علما کے جو اقوال وفتاویٰ نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سخت تلبیس اور مغالطہ ہے اور اس کا تعلق شریعت کے حکم سے ہے اس لئے اس کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہے......جن علماء کے اقوال اس میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں بجز تین حضرات کے باقیوں کی طرف مروجہ بیمہ کا جواز منسوب کرنا قطعاً غلط اور تلبیس ومغالطہ ہے ان میں چند علماء کے اقوال تو خود ان کی تصریح کے مطابق اس پر مبنی ہیں کہ ان کو بیمہ کمپنی کے قواعد اور معاملات کا علم ہی نہیں تھا۔ صرف اتنی بات سامنے تھی کہ اس سے امداد باہمی اور ضرورت کے وقت کے لئے آمدنی میں سے بچت کے نکلتے ہیں۔ جس کے مفید اور محمود ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے......ان سب حضرات نے اس کی تصریح پوری وضاحت سے فرمادی ہے کہ ہمیں بیمہ کے اصول وقواعد اور معاملات کی تفصیل معلوم نہیں صرف غریبوں کے لئے کچھ پس انداز کرنے کی اور حوادث کے وقت امداد باہمی کی ایک صورت سمجھ کر اس کے جواز کا حکم لکھ رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ان کے قول کو (تفصیل سامنے لائے بغیر) بیمہ کے جواز کا فتویٰ قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آمدنی سے کچھ پس انداز

کرنا جوضرورت کے وقت کام آسکے اور حوادث کے وقت مصیبت زدہ کی امداد اگر خلاف شرع امور سے خالی ہوتو اس کے جائز بلکہ پسندیدہ اور موجب ثواب ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے......لیکن رسالہ ہذا میں پوری تشریح وتفسیر کے ساتھ یہ بات آپ کے سامنے آچکی ہے کہ بیمہ کی مروجہ صورت میں سود بھی ہے اور قمار (جوا) بھی اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ اگر انہیں حضرات سے وہ تمام تفصیلات جن کی رو سے بیمہ کا سود وقمار پر مشتمل ہونا واضح ہو جاتا ہے پیش کر کے سوال کیا جاتا تو یقین تھا کہ ان میں سے ایک بھی اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیتا۔ دوسرے وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ بیمہ زندگی کے حرام وناجائز ہونے پر طبع شدہ مشہور ومعروف ہیں اوران کے جوفتاویٰ اس رسالہ میں جمع کیے گئے ہیں ان کا کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی بیمہ کے جواز سے نہیں ہے۔......کتنی بڑی جسارت ہے کہ ان اکابر علماء کی طرف بیمہ مروجہ کے جواز کے فتوے منسوب کردیئے حالانکہ ان سب حضرات کے فتاویٰ جوعموماً شائع بھی ہو چکے ہیں۔ان میں زندگی کے بیمہ مروجہ کو صراحتاً حرام کہا گیا ہے۔اورشدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ان میں سے بہت سے حضرات کے فتاویٰ شائع بھی ہوچکے ہیں'' (صفحہ۷ تا ۷۷)

یادرہے کہ مروجہ ناجائز بیمہ کے مقابلہ میں اس کی متبادل شکل ''شرکات التکافل'' کے نام سے تجویز کی گئی ہے جوبعض اسلامی ممالک میں شروع ہوچکی ہے، ہمارے پاکستان میں بھی بہت سے اہل علم حضرات نے غیر معمولی اصلاحات کے بعداس کے پروگرام کو حتمی شکل دینے کی کوششیں کی ہیں،امید ہے کہ ''شرکات التکافل'' جلد ہی عوام الناس کے سامنے عملی شکل میں ظاہر ہوجائے گی۔ فقط: واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح — محمد یونس۔ مؤرخہ: ۱۴۲۵/۵/۴ھ

محمد رضوان — دارالافتاء والاصلاح: ادارہ غفران، راولپنڈی

۱۴۲۵/۵/۴ھ

تکلیف ومصیبت پہنچنے کے وقت یہ پڑھے

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (سورہ انبیاء آیت نمبر ۸۳)

جب کوئی تکلیف ومصیبت وغیرہ پہنچے تو مذکورہ آیت کا ورد کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ نجات حاصل ہوگی (اعمال قرآنی حصہ اول صفحہ ۱۳ بتغیر)

کیاآپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

جوتوں سمیت جنازہ کی نماز پڑھنا

آج کل عموماً لوگ جوتوں سمیت جنازہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں، اور بعض لوگ جوتے اتار کر ان کے اوپر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں، اس بارے میں لوگوں کو صحیح مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی اور خلجان رہتا ہے، اس لئے اس کا شرعی حکم بیان کیا جاتا ہے۔

جس طرح عام نمازوں کے صحیح ہونے کے لئے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اسی طرح جنازہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ جنازہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے صرف اتنی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے جتنے حصہ میں جنازہ کی نماز کھڑے ہوکر پڑھنے کی حالت میں پاؤں موجود ہوتے ہیں، اور عام نمازوں کے لئے ہر اس حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے، جس جس حصے سے نمازی کے اعضا نماز کی حالت میں لگتے ہیں، اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کی ایک جانب ناپاکی لگنے سے دوسری طرف سرایت نہ کرتی ہو یعنی دوسری طرف اس ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہوتا ہو (جیسا کہ آج کل عموماً جوتوں کے تلوے ہوتے ہیں) تو اس کی پاک جانب والے حصہ پر کھڑے ہوکر جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، اس اصول کے پیش نظر اگر کسی کے جوتے کے نیچے والا حصہ ناپاک ہو مگر اوپر والا حصہ جو پیروں سے لگا ہوا ہے پاک ہو (اگرچہ کہ نیچے کا حصہ ناپاک ہو) تو ایسے جوتے اتار کر اور ان کے اوپر والے پاک حصہ پر پاؤں رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، اور اگر اوپر والا حصہ بھی ناپاک ہو تو پھر جوتے اتار کر ناپاک حصہ پر پاؤں رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھنا درست نہیں، اور اگر جوتے پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو ضروری ہے کہ جس جگہ پر جوتوں کے ساتھ کھڑے ہوں وہ جگہ اور جوتے کے اندر اور نیچے کے تمام حصے پاک ہوں، کیونکہ جوتا پہننے کے بعد اس کا حکم ایسا ہو جاتا ہے جیسے پہنے ہوئے کپڑوں کا، اور اگر جوتا نکال کر زمین پر کھڑے ہوں تو زمین کا پاک ہونا ضروری ہے اور ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، اگر زمین بھی ناپاک ہو تو ایسی صورت میں کسی پاک

کپڑے رومال وغیرہ پر پاؤں رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیئے (ولا یقاس علیہ صلاۃ ذات الرکوع والسجود لان فیہ یتحرک طرف النجاسۃ بالسجود والقعود واذا تحرک طرف النجاسۃ لایجزی فیہ الصلاۃ کحامل النجاسۃ ،کذا فی امداد الاحکام ج۱ص۸۳۲،احسن الفتاویٰ ج۴ص۲۰۲،عمدۃ الفقہ ج۲ص۵۱۴،بہشتی زیور حصہ۱۱ص۹۱ بتغیر)

منہ بند کرکے نماز پڑھنا

بہت سے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا گیا کہ نہ ان کی زبان ہل رہی ہوتی ہے اور نہ ہی ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے بس خیال ہی خیال اور تصور میں قرأت ،تسبیحات اوراذکار سب کچھ اپنے طور پر ادا کرلیتے ہیں اور جب کبھی ایسے لوگوں کو بتلایا جاتا ہے کہ جناب منہ بند کرکے صرف دھیان ہی دھیان میں اس طرح قرأت واذکار کی ادائیگی معتبر نہیں ہوتی اور نماز کا فریضہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوتا تو ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ کی مثال سامنے آتی ہے، جواب ملتا ہے اصل نماز دل کی ہوتی ہے ،اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ،لہٰذا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہمارے دل ودماغ میں کیا ہے، آپ کو دخل دینے کی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ۔لیکن یہ لوگ بہت بڑی غلطی اور دھوکہ میں مبتلا ہیں ،اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ قرأت وغیرہ کی ادائیگی کے لئے تلفظ ضروری ہے اور تلفظ کے لئے زبان اور ہونٹوں کو حرکت دینا ضروری ہے، بلکہ بہت سے اہل علم حضرات نے تو تلفظ کی ادائیگی کا کم ازکم درجہ یہ قرار دیا ہے کہ الفاظ کی ادائیگی کی آواز اپنے کانوں تک پہنچنی چاہئے اوران حضرات کے نزدیک اس سے کم آواز میں تلفظ کی ادائیگی معتبر نہیں اور جب تلفظ کی ادائیگی معتبر نہیں تو نماز کی ادائیگی بھی معتبر نہیں۔البتہ بعض اہل علم حضرات کی تحقیق کے مطابق اپنے کانوں تک آواز آنا ضروری نہیں لیکن زبان اور ہونٹوں کو حرکت دینا ان کے نزدیک بھی ضروری ہے۔اس تفصیل سے واضح ہوا کہ نماز صحیح اور معتبر ہونے کے لئے الفاظ کا منہ اور زبان سے نکلنا بالاتفاق ضروری ہے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ زبان اور ہونٹوں کو حرکت ہو لہٰذا ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں؟ اور بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں مگر دل کے ساتھ عمل کو بھی تو دیکھتے ہیں کیونکہ نماز بھی تو صرف دل کا عمل نہیں اس میں ظاہری اعمال مثلاً قیام ،رکوع، سجدہ،قعدہ وغیرہ کا جو درجہ ہے وہی قرأت کا بھی درجہ ہے، اگر کوئی یہی دعویٰ کرکے قیام ،رکوع ،سجدہ وغیرہ کو نعوذ باللہ نماز سے خارج کرنے کی کوشش کرے تو اس کا ان لوگوں کے پاس کیا جواب ہوگا ،غور کرنا

چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے قرأت وغیرہ کو(قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ کی طرح) ضروری قرار دے دیا اور قرأت معتبر ہونے کے لئے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حکم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، جس کے لئے نماز ادا کی جارہی ہے اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ خود ہی یہ سوال فرمائیں گے کہ آپ نے زبان کو حرکت دیئے بغیر نماز ادا کر کے اس کو کیوں ضائع کیا، وہاں کوئی جواب بھی نہ بن پڑے گا۔

تقدیر کسے کہتے ہیں؟

تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، لیکن تقدیر کا معاملہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے، اور تقدیر پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح کہ ایمان لانے کی شریعت نے تعلیم دی ہے، اپنی عقل وفہم کی بنیاد پر شریعت کے بیان کردہ نظریہ سے ہٹ کر تقدیر کے بارے میں کوئی مفہوم گھڑنا ایمان کے لئے سخت نقصان دہ اور خطرناک ہے، تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے چھوٹے بڑے ہر قسم کے حالات وواقعات کو لکھ دیا ہے اور اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں خواہ وہ شر کے حالات ہوں یا خیر کے، سب کے سب ازل سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی روشنی میں ان سب کا نقشہ ترتیب دیدیا ہے، اب جو بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اس لکھے ہوئے نقشہ کے مطابق ہی ہوتا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا لیکن یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لکھنے کی وجہ سے کوئی بھی اچھے یا بُرے عمل پر مجبور نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ہر انسان کو اچھے وبرے عمل کا اختیار بھی دیا گیا ہے اور تقدیر میں جہاں کہیں کوئی عمل کرنا یا نہ کرنا لکھا ہوا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے ارادہ واختیار سے فلاں فلاں عمل کرے گا لہٰذا یہ شبہ کرنا بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لکھنے کی وجہ سے انسان اس عمل پر مجبور ہو چکا ہے، اصل بات یہ ہے کہ اللہ کو پہلے سے معلوم تھا کہ فلاں شخص اپنے ارادہ سے فلاں عمل کرے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ لکھ دیا ہے، نہ یہ کہ اللہ کے لکھنے کی وجہ سے کوئی اس عمل پر مجبور ہو گیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ نقشہ نویس گھر کا نقشہ تیار کرتا ہے، اب نقشہ تیار ہونے کے بعد مالک اور معمار اپنے ارادہ اور اختیار سے اس کے مطابق گھر تیار کرتا ہے، فرق اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے اور اسے ہر چیز کا حتمی

وقطعی اور فائنل علم ہے اور انسان کو اس کا علم نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی تقدیر کے خلاف ہونا ممکن نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا نعوذ باللہ عالم الغیب کے بجائے ناقص الغیب ہونا لازم آتا ہے، اس کو ایک اور مثال سے اس طرح سمجھئے کہ مثلاً آپ نے کوئی پروگرام پوری طرح سے دیکھ لیا ہے اور پھر اسے دیکھ کر ماضی کے علم کی روشنی میں آپ نے کسی کاغذ پر تفصیل سے اس کے تمام حالات کو لکھ دیا، اب دوسرے شخص کو جس نے یہ پروگرام نہیں دیکھا آپ اپنی لکھی ہوئی تحریر پیش کرتے ہیں کہ جناب یہ پروگرام اس طرح سے ہے اور ہرگز بھی میری تحریر کے ایک جز سے فرق نہیں ہوسکتا اور بالکل اس کے مطابق ہے اب دوسرا شخص جب اس پروگرام کو دیکھتا ہے تو وہ اس پروگرام کو اس تحریر کے عین مطابق پاتا ہے اب ظاہر ہے کہ کوئی بھی عقل مند یہ اعتراض نہیں کر سکے گا کہ جناب اس پروگرام کی یہ ترتیب اور تفصیل اس وجہ سے ایسی ہے کہ فلاں صاحب نے اس تفصیل کو اپنے قلم سے لکھ دیا ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اس شخص کو تو پہلے سے اس کی تفصیلات کا علم تھا اور اپنے علم کی روشنی میں اس نے لکھ دیا تھا، نہ یہ کہ اس کے لکھنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

اسی طرح سمجھ لیجئے کہ بندوں کو جتنا علم ماضی کے واقعات کا ہے اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع اور وسیع وقوی علم اللہ تعالیٰ کا مستقبل کے بارے میں بھی ہے لہٰذا اس علم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھ دی ہے لیکن لکھنے کی وجہ سے کسی کو اچھے بُرے عمل پر مجبور نہیں کیا گیا یہ تفصیل تو ان اعمال وافعال کے بارے میں ہے جن کا بندوں کو اختیار دیا گیا اور مکلّف بھی کیا گیا اور جن کا اختیار نہیں دیا گیا اور ان کا مکلّف بھی نہیں کیا گیا مثلاً بیمار ہونا وغیرہ، ان کے بارے میں یہی طے ہے کہ ان کا وجود کسی کے اختیار وقدرت اور کسی کے ارادہ پر مبنی نہیں، بس تقدیر کے بارے میں اتنا سمجھ لینا کافی ہے اور اس سے زیادہ عوام کو بحث ومباحثہ میں پڑنا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ تقدیر کوئی عقلی معاملہ نہیں اگر اس کا کوئی پہلو عقل نہ مانے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس ایمان لانا کافی ہے۔

یاالٰہی کھول دے سینہ مرا
اور عالی حوصلہ مجھ کو بنا
کر دے آسان کام کو یارب مرے
اور گرہ میری زبان کی کھول دے
تاکہ سمجھیں لوگ میری بات کو
امرِ حق واضح بخوبی مجھ سے ہو
یاالٰہی علم کو میرے بڑھا
مجھ کو ہر دو علم نافع کر عطا
علم ایسا دے خداوندا مجھے
جو مجھے دونوں جہاں میں نفع دے

حیرت کدہ محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

روضہ اطہر کی حفاظت کا ایک ایمان افروز واقعہ

ادب گاہیست زیرِ آسمان زعرش نازک تر نفس گم کردہ می آئندہ جنید و بایزید اینجا

یہ ۵۵۷ھ کا زمانہ ہے، عالم اسلام کو دنیائے عیسائیت کی جانب سے صلیبی معرکہ درپیش ہے، بدقسمتی سے مسلمانوں کی سیاسی قوت انتشار کا شکار ہے، خلافتِ عباسیہ کا آفتابِ اقبال روز بروز گہنا رہا ہے، عالم اسلام کے مختلف حصوں میں خلافت سے آزاد ہوکر خودمختار سلطنتیں موجود ہیں جن میں سے بعض ملت کے ناموس اور امت کی آبرو کی محافظ ہیں، اور اس نازک ذمہ داری کو اس خوبی سے نبھا رہی ہیں کہ خلافت بغداد کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی گویا تلافی کررہی ہیں، اس طرح امت سیاسی اور اجتماعی زوال کے حادثہ فاجعہ سے محفوظ ہوجاتی ہے، ورنہ صلیبی طوفانِ بے تمیزی پورے عالم اسلام کو خس وخاشاک کی طرح بہانے پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے ان خودمختار سلطنتوں میں سے سلسلہ اتابکیہ کے سلطان مجاہد اعظم نورالدین زنگی کی سلطنتِ حلب (شام) بھی ہے، نورالدین زنگی ابتداء صرف حلب (شام) کا حکمران تھا، لیکن بعد میں اس کی یہ سلطنت خداداد صلاحیتوں کی بدولت مصر، یمن، شام تک پھیل گئی، اس نے صلیبیوں کے سیلاب بلا کے آگے بند باندھا، اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کا زور توڑنے کے لئے سلطان نورالدین زنگی اور اس کے بعد اس کے لائق جانشین سلطان صلاح الدین ایوبی کے دست وبازو میں وہ قوت اور طاقت دی کہ انہوں نے اہل یورپ کے دم خم ڈھیلے اور ان کے حوصلے پست کردیئے، چنانچہ یورپ کے تمام ممالک اٹلی، فرانس، جرمنی، آسٹریلیا اور انگلستان) نے متحد ومتفق ہوکر پاپائے روم کے جھنڈے تلے مقدس کلیسا کے نام پر کئی مرتبہ ایشیائے کوچک اور شام پر حملہ کیا لیکن نورالدین زنگی کی شمشیر خارا شگاف نے ہر بار ان کو شکست دے کر بھگا دیا نورالدین زنگی کی غیرت ایمانی نے صرف مدافعت پر اکتفا نہ کیا بلکہ صلیبیوں کے خلاف پے درپے حملے کرکے بہت سے اسلامی مقبوضات ان کے پنجہ خونیں سے چھڑا لئے، سلطان کے بعد صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے قبلہ اول (بیت المقدس) سمیت تمام اسلامی مقبوضات ان خونخوار صلیبی درندوں کے چنگل سے امت مسلمہ کو واپس عطا فرمائے، جزا اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء

سلطان نورالدین زنگی کے محاسن وکمالات کے متعلق ابن اثیر مؤرخ کا بیان ہے:۔

''وہ زمرہ سلاطین میں عدل وانصاف کے قیام، محرمات شرعیہ کے اجتناب اور اتباع سنت کا مجدد تھا، بہت سے مذہبی اور رفاہ عام کے کام انجام دیئے، دمشق میں دارالحدیث قائم کیا، محدثین اور حدیث کے طلباء کے لئے بڑی جائیدادیں وقف کیں، مکاتب قائم کئے، شفاخانے بنوائے، وہ صاحب علم، متقی ومتورع تھا، اس کا سارا وقت جہاد کی تیاری میں گذرتا، علماء وصوفیاء کی قدر ومنزلت کرتا، ملکی سیاست میں اس کا پایہ بہت بلند تھا، اس نے شوال ۵۵۹ھ میں وفات پائی'' (بحوالہ تاریخ ملت ج۲ ص۶۱۰)

صلیبی جنگوں کے اس زمانے میں صلیبیوں نے ذات رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر کو روضہ مبارکہ سے نکالنے کی بھی نعوذ باللہ سازش تیار کی، اللہ تعالیٰ نے سلطان نورالدین زنگی کو بروقت خبردار کر کے صلیبیوں کی اس مذموم سازش کو ناکام بنانے کی سعادت عطا فرمائی، جس کا قصہ مختصراً یوں ہے:۔

سلطان نورالدین زنگی نے حضور نبی کریم ﷺ کو تین بار مسلسل خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ جلد آؤ، یہ دو آدمی جو کھڑے ہیں مجھے ان کے شر سے بچاؤ، سلطان اس وقت اخیر رات میں تیز رفتار سواریوں پر اپنے خاص آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ روانہ ہوگیا، اپنے ساتھ بہت سامال بھی لے گیا، سولہ دن تک لگاتار سفر کرنے کے بعد مدینہ منورہ پہنچ گیا، اور فوراً اپنی نگاہ بصیرت سے ان دو ملعونوں کی شناخت کے لئے یہ تدبیر اپنائی کہ شہر میں عام منادی کرادی کہ تمام باشندے حاضر ہو کر سلطانی سخاوت سے اپنا حصہ وصول کریں۔

ایک ایک کر کے تمام لوگ آ گئے اور سلطانی سخاوت سے فیضیاب وسیراب ہو ہو کر چلتے بنے مگر ان لوگوں میں وہ خواب والی دو شکلیں نظر نہ آئیں، سلطان نے باقی رہ جانے والوں کے بارے میں تفتیش کی تو پتہ چلا کہ دو عابد وزاہد جو مغرب سے وارد ہوئے ہیں، دنیا مافیہا سے کوئی غرض نہیں رکھتے، دن رات عبادت وریاضت میں رہتے ہیں اس وجہ سے حاضر نہ ہوسکے، سلطان نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا، جب لائے گئے تو پہلی نظر پڑتے ہی سلطان نے پہچان لیا کہ خواب میں یہی شکلیں دکھائی گئی تھیں اور یقین کر لیا کہ یہی دو ملعون اور گستاخ ہیں سلطان نے بہت سادے انداز میں پوچھا کہ تم لوگ کہاں مقیم ہو، انہوں نے جواب دیا کہ حجرہ شریف کی مغربی جانب رہتے ہیں، اس مکان سے ایک کھڑکی مسجد کی دیوار میں کھلی ہوئی ہے، سلطان خود اس مکان میں پہنچ گئے جہاں یہ دونوں مقیم تھے، دیکھا کہ ایک طاق میں دو کلام مجید اور وعظ کی

چند کتابیں رکھی ہیں، ایک طرف غرباء ومساکین کے لئے کچھ غلہ رکھا ہوا ہے، ان کے سونے کی جگہ ایک چٹائی پڑی ہوئی ہے، سلطان چٹائی کو اٹھاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک سرنگ کھدی ہوئی ہے جو کہ کافی گہری ہے یہ پراسرار منظر دیکھ کر سلطان مبہوت رہ گیا، اس کے جسم وجان میں سنسنی سی دوڑ گئی، اس کی چھٹی حس نے اسے خطرے کی بوسنگادی، بے قراری سے جب اس نے سرنگ کی تفتیش کی تو یہ تکلیف دہ حقیقت سامنے آئی کہ وہ سرنگ خوابگاہِ رسول ﷺ کی طرف کھلی ہوئی ہے۔ اس کے ایک گوشے میں ایک کنواں ہے جس میں گڑھا کھود کر اس کی مٹی ڈالی جاتی ہے (ایک روایت میں چمڑے کے تھیلوں کا ذکر ہے کہ وہ رات میں مٹی ان تھیلوں میں بھر کر بقیع کے اطراف میں ڈال آتے تھے)

سلطان ان کو ڈرا دھمکا کر اور اپنی حکمت وبصیرت کو استعمال کرتے ہوئے ان سے واقعہ کی تفصیل معلوم کرتا ہے تو وہ حقیقت کے انکشاف پر مجبور ہوتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں اور نصاریٰ نے ہم کو زرکثیر دے کر مغربی حاجیوں کے لباس میں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم کسی تدبیر سے حجرہ شریف میں داخل ہو کر جسد اطہر کے ساتھ گستاخی کریں (اور یہاں سے نکال لیں) جس رات میں ہماری کوشش کامیاب ہونے والی تھی اور یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچنے والی تھی، یکایک بہت گہرے اور تیز بادل آئے اور بارش ہونے لگی اور گرج و چمک نے وہ زور باندھا کہ عظیم زلزلہ پیدا ہو گیا۔ اسی صبح کو نورالدین بھی پہنچ گئے تھے۔

واقعہ کی تفصیل جاننے کے بعد سلطان کی آتش غضب برانگیختہ ہوگئی اور ساتھ ہی رقت بھی طاری ہوگئی وہ بہت رویا اور بالآخر حجرہ شریف کی جالی کے نیچے ان دونوں ناپاکوں کی گردن ماردی گئی اور دن کے آخری حصے میں ان دونوں نامرادوں کی نامبارک نعشوں کو جلا کر خاک کر دیا گیا اور اس کے بعد حجرہ کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر سیسہ پگھلا کر اس خندق میں بھر دیا گیا تاکہ آئندہ کسی مفسد ملعون کی رسائی کی کوئی صورت نہ رہے (ملخص از جذب القلوب الی دیار المحبوب مترجم ص ۱۲۷)

نماز پڑھتے وقت پیروں کا رخ ٹیڑھا رکھنا

نماز میں قیام کی حالت میں سنت ہے کہ پیروں کا رُخ سیدھا قبلہ کی طرف رکھا جائے اور دونوں پیروں کے درمیان اگلے اور پچھلے حصوں (یعنی ایڑیوں اور پنجوں) کی طرف سے فاصلہ برابر ہو۔ عموماً اس میں لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ پیروں کے اگلے حصہ کے درمیان فاصلہ زیادہ اور پیچھے ایڑیوں کی طرف سے کم ہوتا ہے، جو کہ سنت کے موافق نہیں۔

طب و صحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات و مشوروں کا مستقل سلسلہ

(ٹائیفائیڈ)Typhoid

ٹائیفائیڈ کا مرض گرمی کے موسم بہار اور برسات میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔آج کل زیادہ تر یہ مرض ایشیا ءافریقہ سینٹرل اور ساؤتھ امریکا میں پایا جاتا ہے۔یہ ایک متعدی مرض بتلایا جاتا ہے۔ماہرین کے مطابق زمانہ قدیم میں یہ مرض نہیں تھا۔WHO عالمی ادارہ صحت کے مطابق 16 ملین لوگ اس وقت ہر سال اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں،اور تقریباً 6 ملین سے زیادہ افراد اس بیماری کے سبب ہر سال ہلاک ہوجاتے ہیں۔اس بیماری کے سبب سب سے زیادہ ہلاکتیں ایشیاء میں شمار کی جاتی ہیں۔اکثر یہ بیماری گندگی ،گندی گلی سڑی چیزوں،خراب باسی غذاوغیرہ جیسی چیزوں کے استعمال کی وجہ سے پھیلتی ہے۔یورپ میں یہ مرض بہت کم پایا جاتا ہے۔1980 سے 1989 تک UK میں اس مرض کے صرف 1735 کیسز رجسٹر ہوئے یہ مرض سیلمونا ٹائیفی (salmonellatyphi) بیکٹیریا نما جرثومے سے پھیلتا ہے،یہ جرثومہ انسانوں میں پایا جاتا ہے۔اس بیماری کا نظام ہضم اور آنتوں پر بہت برا اثر ہوتا ہے۔جب یہ جرثومہ انسان کے جسم میں داخل ہوجاتا ہے تو یہ جسم کے اندر آنتوں میں سوزش پیدا کردیتا ہے،اس کی وجہ سے آنتوں میں زخم بھی ہوجاتے ہیں اگر اس پر فوراً قابو نہ پایا جائے تو یہ جرثومہ بہت تیزی سے پیدا ہوکر خون میں شامل ہو جاتا ہے،اس کی وجہ سے بخار شروع ہوجاتا ہے۔بخار کسی وقت شدید ہوتا ہے اور کبھی کم ہوجاتا ہے لیکن بالکل نہیں اترتا۔اس کے بعد یہ جرثومہ جگر اور ہڈیوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔کبھی کبھی گرم چیزوں کے زیادہ استعمال سے یا دھوپ میں زیادہ چلنے پھرنے سے،ملیریا وغیرہ دوسری بیماریوں سے،کبھی صفراء کی زیادتی،کبھی صفراء اور بلغم دونوں کی زیادتی سے بھی یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے۔یہ بیماری عام طور پر ایک مریض سے صحت مند انسان کو پانی اور خوراک کے ذریعے پہنچتی ہے۔ٹائی فائیڈ کی کئی قسمیں پائی جاتی ہیں ان میں کلاسک ٹائی فائیڈ (classictyphoid) قسم زیادہ خطرناک ہوتی ہے،اس سے موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ٹائی فائیڈ کی دیگر اقسام میں پیراٹائیفائڈ (paratyphoid) ہے۔ یہ مرض (salmonellaparatyphi) نامی جرثومہ کی وجہ سے پھیلتا ہے اور یہ مرض کلاسک ٹائی فائیڈ سے کم

خطرناک ہوتا ہے۔ٹائیفائیڈ کی مزید اقسام میں (salmonellaenditis) اور (salmonallatypimuruim) ہیں جو کہ یورپ Europ کے ممالک میں زیادہ عام ہیں۔ان کی وجہ سے فوڈ پوائزن (foodpoision) اور ڈائریا (diarrhoea) بھی ہو سکتا ہے۔ (murinotyphus) یہ وہ قسم ہے جو جانوروں میں پائی جاتی ہے۔

علامات:۔ عام طور سے ٹائی فائیڈ کا زور 10 دن سے 20 دن تک رہتا ہے ابتداء میں بخار آتا ہے ، پیاس شدت کے ساتھ ہوتی ہے، منہ کا ذائقہ خراب اور تلخ ہو جاتا ہے، بھوک بالکل نہیں لگتی اور نہ کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے، جسم کی رنگت پیلی ہو جاتی ہے، کھانسی، سر درد، قبض، ہوتا ہے بچوں کو اکثر الٹی دستوں کی شکایت ہو جاتی ہے، گھبراہٹ اور بے چینی بہت ہوتی ہے بعض اوقات مریض بہت کمزور ہو جاتا ہے اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔گردن اور سینے پر سفید باریک دانے مثل موتی یا خشخاش کے چمکدار پیدا ہو جاتے ہیں۔نبض بہت کمزور لیکن تیز ہو جاتی ہے۔دوسرے اور تیسرے ہفتے آنتوں میں بہت زیادہ سوزش ہو جاتی ہے، بخار بہت تیز ہوتا ہے۔ چوتھے اور پانچویں ہفتے بخار کم ہو جاتا ہے اور طبعیت آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگتی ہے۔

اس مرض کی تشخیص، پاخانہ، پیشاب، اور خون کا ٹیسٹ (Vidaltest) اور (Typhidot) کے ذریعہ کی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ خون میں سفید خلیوں کی مقدار میں کمی بھی اس مرض کی ایک علامت ہوتی ہے۔

علاج:۔ ایلو پیتھک طریقہ علاج میں زیادہ تر (antibuotics) دواؤں کا استعمال کرایا جاتا ہے۔ جبکہ طب یونانی میں بھی اس مرض کا مئوثر علاج موجود ہے۔اس بیماری میں مریض کی آنتوں میں زخم بھی ہو جاتے ہیں اور بھوک بھی نہیں لگتی مگر قوت قائم رکھنے کیلئے تھوڑی بہت غذا ضرور دینی چاہئے۔ارہر کی دال چپاتی سے، مسور کی دال کم مرچ ڈالکر، ساگودانہ، مونگ کی دال کی کھچڑی اور دلیہ وغیرہ نرم غذائیں دیں۔اور زیادہ گرم چیزوں سے، انڈا، گوشت، مچھلی، سرخ مرچ سے پرہیز کریں۔اس مرض کے جرثومے مریض کے فضلہ میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اس سے مکھیوں یا کسی اور ذریعہ سے تندرست انسان کے معدہ میں داخل ہو کر بیماری کے پھیلنے کا ذریعہ اور سبب بنتے ہیں لہذٰا مریض کے تولیے کپڑوں اور کھانے پینے کے برتن اور تھوک وغیرہ سے بھی جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں، ان سے احتیاط رکھی جائے۔رفع حاجت کے بعد ہاتھوں کو خوب اچھی طرح صابن سے دھو لینا بہتر ہے۔ٹائیفائیڈ سے

بچنے کے لئے ہمیشہ سنت کے مطابق ہاتھ دھوکر کھانا کھانے کی عادت بنائیں، اور ہاتھ دھونے کے بعد تولیہ کا استعمال نہ کریں۔ حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق اچھی اور تازہ غذاؤں کا استعمال کریں، کھانے پینے کی چیزوں کو ہمیشہ ڈھانپ کر رکھنا چاہئے، اور پھلوں کو ہمیشہ دھوکر ہی استعمال کرنا چاہئے، اور ان چیزوں کی خود شریعت بھی تعلیم دیتی ہے۔ ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انشاء اللہ اس مرض سے بچا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم PO box# 959 gpo 46000 Emale:faizankhanthanvi@hotmail.com

---

زبان کو قابو میں رکھنا (بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں)

ویسے تو انسان کے جسم کا ہر ہر عضو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے لئے اتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ اس پر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے جسم کا ایک چھوٹا سا عضو ''زبان'' ہے۔ زبان بڑی نعمتوں میں ایک بہت بڑی نعمت ہے زبان کو نیکیوں میں مشغول کر کے انسان اپنے مرنے کے بعد والی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی اس کو پرسکون اور آرام دہ بنا سکتا ہے اور زبان ہی کو گناہوں میں مشغول کر کے انسان اپنی اس آخرت کی زندگی کو اپنے لئے سخت مشکل اور سخت تکلیف دہ بھی بنا سکتا ہے اسی لئے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں زبان کی سخت نگرانی کرنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دلائی ہے اور کم بولنے میں بہت زیادہ فائدے بتلائے ہیں مثلاً ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کے بہت قریب رہتے تھے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ ''سب سے زیادہ اچھا عمل کونسا ہے'' آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا پھر دوسرا سوال کیا کہ ''اس کے بعد کونسا عمل سب سے زیادہ اچھا ہے'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ کہ لوگ تمہاری زبان سے محفوظ رہیں'' (طبرانی) ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آخرت (یعنی مرنے کے بعد قبر کے عذاب اور قیامت کے بعد جہنم) کے عذاب سے بچنے کا کیا طریقہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو (ہر قسم کے گناہوں سے) قابو میں رکھو اور اپنے گھر کو اپنے لئے کافی سمجھو اور گناہ (ہو جانے) پر رویا کرو (ابوداؤد و ترمذی) اپنے گھر کو اپنے لئے کافی سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے میں بہت سے فتنے ہوتے ہیں اور گھر میں رہنے کی صورت میں انسان ان فتنوں سے محفوظ رہتا ہے، لہٰذا گھر میں رہنے کو کافی سمجھو اور بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہ سمجھو۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں دو عمل ایسے بتلاتا ہوں جن (کے استعمال) کا وزن (زبان پر) بہت ہلکا ہے لیکن قیامت کے عمل کی ترازو میں ان کا وزن بہت بھاری ہے وہ دو عمل یہ ہیں (۱) خوشی اخلاقی (۲) کثرت سے خاموش رہنے کا اہتمام (طبرانی) (محمد ناصر)

Iqra Gulfran

اخبارِ ادارہ محمد امجد

ادارہ کے شب و روز

☐......جمعہ ۲۲/ربیع الثانی سے بعد نماز جمعہ مسجد نسیم (گل نور ہوٹل مری روڈ نزد سینٹرل ہسپتال) میں مفتی امجد صاحب (خطیب مسجد ہذا) نے مسائل کی نشست کا آغاز فرمایا، جس میں حاضرین دینی مسائل پوچھتے رہے اور موقعہ پر ہی ان کا جواب دیا جاتا رہا، مفتی محمد یونس صاحب کے یہاں مسجد سیدنا بلال غزالی روڈ صادق آباد راولپنڈی میں بھی بعد نماز جمعہ دینی مسائل کی نشست منعقد ہوتی ہے، اس ماہ بھی حسب معمول جاری رہی۔

☐......جمعہ ۱/۸/۱۵/۲۲/ربیع الثانی کو مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں حسب معمول حضرت مدیر کا جمعہ سے پہلے وعظ اور بعد جمعہ دینی مسائل کی نشست منعقد ہوتی رہی، ۲۹/ربیع الثانی کے جمعہ میں حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب کا وعظ اور بعد جمعہ اصلاحی مجلس ہوئی۔

☐......جمعرات ۷/ربیع الثانی بعد نماز عصر حضرت مدیر صاحب جامع مسجد سیدنا بلال غزالی روڈ صادق آباد تشریف لے گئے اور اصلاح نفس کے موضوع پر بیان فرمایا۔

☐......اتوار ۳/۱۰/۱۷/۲۴/ربیع الثانی اور یکم جمادی الاولیٰ بعد عصر حسب معمول اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں، جن میں اصلاحِ نفس کے مختلف پہلوؤں پر بزرگان دین کے ارشادات وملفوظات کی روشنی میں تشریح کی جاتی رہی اتوار یکم جمادی الاولیٰ کو حضرت مدیر کا قبل العصر مدرسہ زینت القرآن پل شاہ نذر میں خواتین کے مجمع میں خطاب ہوا

☐......۱۰/ربیع الثانی بروز اتوار بعد عصر کی اصلاحی مجلس میں ادارہ کے شعبہ حفظ کے طالب علم محمد سیف اللہ کے تکمیل حفظ کی دعاء ہوئی، اس موقعہ پر حضرت مدیر مدظلہٗ نے حافظِ قرآن کے مقام ومرتبہ اور اس کی ذمہ داریوں پر نہایت پُر مغز بیان فرمایا، اس مجلس میں متعلم مذکور کے والدین، اور دیگر عزیز واقارب بھی موجود تھے، بیان کے بعد بچے کے والدین کی طرف سے حاظرین کی چائے وغیرہ سے ضیافت کی گئی۔ اسی دن مفتی محمد یونس صاحب (معین دارالافتاء ادارہ غفران وامام وخطیب جامع مسجد سیدنا بلال صادق آباد) مسجد مذکورہ کے ساتھ ملحق تیار شدہ مکان میں منتقل ہوئے۔

☐......اتوار ۱۰/ربیع الثانی کو دوپہر ۱۰ تا ۱۱/بجے خواتین کے لئے درس قرآن کی نشست ہوئی۔ مفتی محمد امجد صاحب نے درس دیا۔

☐......اتوار ۱۷/ربیع الثانی بعد مغرب ماہانہ یوم والدین کا جلسہ ہوا، جس میں مولوی عبدالسلام صاحب ومفتی محمد امجد صاحب اور مہمان مفتی منظور احمد صاحب کے تعلیم وتربیت کے متعلق بیانات ہوئے۔

☐......منگل ۱۹/۱۲/۲۶ ربیع الثانی کو بعد ظہر حسب معمول اراکین ادارہ کے لئے حضرت مدیر کے اصلاحی بیانات ہوئے۔منگل ۵/ربیع الثانی کو دارالافتاء کے ذخیرہ کتب کو سیم سے محفوظ کرنے کے لئے دھوپ لگوائی گئی،اس دن اور ۳/جمادی الاولیٰ کو بعد ظہر بوجوہ اراکین کے لئے اصلاحی بیان کی نشست نہ ہو سکی۔

☐......بدھ ۶/۱۳/۲۰/۲۷/ربیع الثانی بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے حسبِ معمول حضرت مدیر مدظلہٗ کی اصلاحی مجالس اور بیانات ہوئے،جن میں طلبہ کرام کی تربیت وتعلیم سے متعلق امور پر روشنی ڈالی گئی۔

☐......بدھ ۱۳ا ربیع الثانی بعد ظہر کی اصلاحی مجلس میں ادارے کے طالب علم غلام بلال کے تکمیل حفظ کی دعاء بھی ہوئی اور مجلس کے بعد حاضرین کو ضیافت دی گئی۔۲۷/ربیع الثانی بروز بدھ بعد ظہر کی نشست میں حضرت حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم کا طلبہ کرام کے لئے نہایت دردمندانہ اور خیر خواہانہ بیان ہوا۔حضرت ڈاکٹر صاحب ان دنوں راولپنڈی تشریف لائے ہوئے ہیں۔

☐......بدھ ۶/ربیع الثانی کو بعد مغرب پندرہ روزہ فقہی وعلمی نشست حسبِ معمول منعقد ہوئی جس میں اہل علم کا بعض فقہی مسائل پر مذاکرہ ہوا۔

☐......جمعرات ۷/۱۴/۲۱/۲۸ربیع الثانی کو بعد ظہر حسبِ معمول طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزم ادب منعقد ہوتی رہی، جس میں طلبہ کرام تلاوت،مختلف مضامین،نعت،نظم وغیرہ پیش کرتے رہے،اور ساتھ ساتھ اساتذہ کے بھی تربیتی بیانات ہوتے رہے۔

☐......جمعہ ۲۲/ربیع الثانی کو بعد مغرب حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب ساہیوال (خلف الرشید فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب علیہ الرحمۃ) دارالافتاء میں تشریف لائے اور احبابِ ادارہ ومدیر مدظلہٗ سے ملاقات فرمائی۔

☐......جمعرات ۲۱/ربیع الثانی کو حضرت مدیر مدظلہٗ ،مفتی محمد امجد اور مولوی محمد طارق صاحبان راولپنڈی واسلام آباد کے اہلِ علم کے وفد کے ساتھ مفتی خالد حسین عباسی (رئیس الافتاء وخطیب مرکزی جامع مسجد مری) کی دعوت پر مری تشریف لے گئے،بعد عصر مسجد مذکور میں تزکیہ نفس کے موضوع پر حضرت مدیر کا خطاب ہوا۔اور اسی رات فقہی اجلاس میں شرکت فرمائی۔جمعہ ۲۲/ربیع الثانی کو واپسی ہوئی۔

☐......جمعہ ۲۲/ربیع الثانی قبل العصر حضرت مدیر مدظلہٗ نے معروف بزرگ صوفی محمد دین چشتی مرحوم (مؤلف شریعت وطریقت ودیگر کتب) کے پوتے کا مسنون نکاح پڑھایا۔اور اس دن بعد عصر ڈھوک کھبہ میں جاری خواتین کے لئے علم دین کے کورس کی تقریب میں علم دین کی اہمیت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

☐......ہفتہ ۱۶/۲۳ربیع الثانی کو بعد مغرب اساتذہ کرام کی مجلس اصلاح البیان منعقد ہوئی۔

اخبارِ عالم

چیدہ۔چیدہ۔از طارق محمود

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **23 مئی (۳ ربیع الثانی):** من موہن سنگھ نے بھارتی وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھالیا★ پنجاب کے تمام مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دینے کا اعلان ✍ **24 مئی:** انصاف میں تاخیر سے عوام کا عدالتوں پر اعتماد اٹھتا جارہا ہے چیف جسٹس ناظم حسین صدیقی ★ ملک بھر کے طلباء وطالبات نے حکومتی پالیسیوں کو قومی سالمیت کے منافی قرار دے دیا، کنونشن سے طلباء کا خطاب ✍ **25 مئی:** افغانستان: پکتیکا کے گورنر کے قافلے پر حملہ ڈی آئی جی سمیت 10 ہلاک ✍ **26 مئی:** مولانا فضل الرحمٰن اپوزیشن لیڈر مقرر ★ روضۂ علی پر پھر بمباری، گنبد اور مرکزی دروازہ منہدم ★ میانوالی جیل میں تین سگے بھائیوں کو پڑوسیوں کے قتل میں ملوث ہونے پر پھانسی، چکوال میں سپرد خاک ★ پاکستان کا تمباکونوشی پر کنٹرول کے بارے میں اقوام متحدہ کے فریم ورک کنونشن پر دستخط، جس کے باعث تمباکونوشی کی تشہیر کے اہتمام اور اس کی فروخت پر پابندی عائد کردی گئی ✍ **27 مئی:** کراچی: 2 کار بم دھماکے کانسٹیبل جاں بحق، 29 زخمی ✍ **28 مئی:** پی آئی اے نے حج کرایوں میں 20 فیصد اضافے کا فیصلہ کرلیا ✍ **29 مئی:** جدت پسندی کے فلسفے کو مساجد تک پہنچا جائے گا: صدر پرویز ✍ **30 مئی:** سعودی عرب: مغربی اہداف پر حملے، 11 غیر ملکیوں سمیت 20 ہلاک ★ پاکستان نے حتف V غوری میزائل کا کامیاب تجربہ کرلیا ★ پاکستان ریلوے نے کرایوں میں 10 فیصد اضافے کا اعلان کردیا، یکم جون سے نافذ العمل ہوں گے ✍ **31 مئی:** کراچی: حضرت مفتی نظام الدین شامزئی قاتلانی حملے میں شہید، صبح 7:45 پر گھر سے نکلتے ہوئے مدرس کے قریب گھات لگائے ہوئے 12 دہشت گردوں نے اندھا دھند فائرنگ کردی، بیٹا، بھتیجا، ڈرائیور اور محافظ شدید زخمی، 12 قاتلوں میں سے 2 موٹر سائیکلوں پر سوار تھے اور ان کو گور دینے کے لئے ایک کار بھی موجود تھی، واردات میں کلاشنکوفیں استعمال کی گئیں، محافظ کی فائرنگ سے حملہ آور زخمی ہو کر موٹر سائیکل چھوڑ کر فرار، مفتی صاحب کے ڈرائیور نے گاڑی بھگائی مگر کچھ دور جا کر اس کی ٹانگیں جواب دے گئیں، مفتی صاحب کی کنپٹی، گردن اور شہ رگ سمیت پورے جسم پر 12 گولیاں لگیں، لیاقت نیشنل ہسپتال میں پہنچ کر دم توڑ گئے، مفتی صاحب کی فیملی ڈیڑھ سال قبل ہی موجودہ فلیٹ میں منتقل ہوئی تھی، نماز جنازہ میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی، مولانا یوسف لدھیانوی شہید کے پہلو میں سپرد خاک ✍ **یکم جون:** عراق: گورننگ کونسل کے رکن سمیت 8 امریکی فوجی ہلاک، 54 عراقی شہید ★ کراچی: امام بارگاہ میں بم دھماکہ، 23 افراد جاں بحق، 50 زخمی ★ مولانا فضل الرحمٰن نے قومی اسمبلی میں

Idara Ghufran

قائد حزب اختلاف کا منصب سنبھال لیا★ تبلیغی جماعت ہری پور مرکز کے بزرگ رہنما مولانا ضیاء الدین صاحب انتقال فرما گئے، ان کی نماز جنازہ ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور میں ادا کی گئی، مولانا نذر محمد صاحب رائے ونڈ مرکز سے نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے ✍ **2 جون:** عراق کی 36 رکنی نئی عبوری حکومت نے حلف اٹھالیا★ افغانستان: زابل میں مجاہدین کے حملے، 14 امریکیوں سمیت 17 ہلاک، جلال آباد میں دھماکہ، ڈی آئی جی کے چیتھڑے اڑ گئے ✍ **3 جون:** عازمین حج کی تعداد اور کرایوں میں اضافہ، پانچ سالہ پالیسی کا اعلان ★ سعودی عرب میں امریکی فوجیوں پر حملہ 2 ہلاک ✍ **4 جون:** نصاب کا معاملہ، گلگت میں ہنگامے، ایک ہلاک 6 زخمی، اہم عمارتیں نذر آتش ★ عراق: کرکوک میں امریکہ کے فوجی اڈے پر راکٹ حملہ، اسلحہ ڈپو تباہ ✍ **5 جون:** بیلسٹک میزائل حتف V غوری کا دوسرا کامیاب تجربہ ✍ **6 جون:** عراق: بغداد میں امریکی سی آئی اے کے 8 ایجنٹوں کو زندہ جلا دیا گیا★ اٹک: میرا ڈاکو نو بیاہتا دلہن کے ہمراہ پولیس مقابلے میں ہلاک ✍ **7 جون:** عراق: بغداد کی ابوغریب جیل سے سینکڑوں عراقی قیدی رہا ✍ **8 جون:** ایبٹ آباد: عرس کے زائرین سے بھرا ٹرک کھائی میں جا گرا، 41 جاں بحق★ وزیراعلیٰ سندھ مستعفی، کابینہ بھی توڑ دی گئی ✍ **9 جون:** فاٹا کے 13 ارکان پارلیمنٹ حکومتی حمایت سے دستبردار★ مسلح افواج میں ڈاڑھی رکھنے کو اجازت سے مشروط کر دیا گیا ✍ **10 جون:** جنوبی وزیرستان میں جھڑپ 17 فوجیوں سمیت 24 جاں بحق ✍ **11 جون:** کراچی: کور کمانڈر کے قافلے پر فائرنگ، 7 فوجیوں سمیت 11 جاں بحق ✍ **12 جون:** وانا میں آپریشن شروع، شکائی پر بمباری 10 افراد جاں بحق ✍ **13 جون:** بجلی اور گاڑیاں سستی، گھی مہنگا، تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ، 201 ارب روپے سے زائد خسارے کا بجٹ پیش کر دیا گیا★ عراق کے نائب وزیر خارجہ بسام صالح کو قتل کر دیا گیا ✍ **14 جون:** 30 لاکھ وصول کرنے پر شبرغان جیل سے 16 پاکستانی رہا، رہائی پانے والوں میں 3 کا تعلق صوابی، 2 کا دیر، 1 کا مالاکنڈ، 5 کا لاہور، 2 کا کراچی اور 3 کا کوئٹہ سے ہے ✍ **15 جون:** یورپی پارلیمنٹ کے انتخابات، فرانس اور جرمنی کی حکمران جماعت کو شکست ✍ **16 جون:** ٹینک شکن بھارتی میزائل ''ناگ'' کا تجربہ کر لیا گیا ✍ **17 جون:** راولپنڈی: بس دریائے سواں میں جا گری، 40 افراد جاں بحق★ چودھری شجاعت دفاع کمیٹی، اور حامد ناصر چٹھہ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین مقرر ✍ **18 جون:** پیپلز پارٹی کے رہنما منور سہروردی کراچی میں قتل ✍ **19 جون:** کمانڈر نیک محمد میزائل حملے میں جاں بحق، مطلوب کمانڈر ایک دوست کے گھر قیام پذیر تھے، سیٹلائٹ فون کے ذریعے نشاندہی ہوئی ✍ **20 جون:** ایٹمی مواد پر پاک بھارت مذاکرات کا پہلا دور، سیکورٹی خدشات اور نیوکلیئر ڈاکٹرائن پر تبادلہ خیال۔